بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں تیرے نام سے ہی کرتا ہوں ہر ابتداء اپنی
ترے ہی دم سے ہے میری فلاح و کامرانی سب

ٹائٹل

منتظر عاصی

دیدہ باید

حد دریدہ دہ مُمَدَّد تہ دیدہ باید
عالَم دُودِ سیہ ہجر تماشائی ہے

منتظر عاصی

دیدہ باید

Deedah Bayad

Poetry Book By Muntazim Aasi

ISBN: 9-789357-686112

حد دریدہ دہ مُمَدَّد تہ دیدہ باید
عالَم دُودِ سیہ ہجر تماشائی ہے

منتظر عاصی

دیدہ باید

AASI COMPUTER MALEGAON 9403921440

پریس نوٹس

جملہ حقوق بحقِ مصنف (شاعر) محفوظ ہیں

کتاب کا نام	:	دیدہ باید
مصنف	:	منتظم عاصی
اشاعت اول	:	۲۰۲۳
پبلیشر	:	عاصی ایجوکیشنل شوسل اینڈ ویلفئر سوسائٹی®
صفحات	:	۲۰۰
طباعت	:	عاصی پرنٹرس
کمپیوٹر کمپوزنگ	:	عاصی کمپیوٹر
سرورق	:	منتظم عاصی
تعداد	:	۵۰۰
قیمت	:	300/—

ملنے کا پتہ (۱) خانقاہ شمسیہ مالیگاؤں (۲) ثناءاللہ نگر مالیگاؤں

عاصی پبلیشر مالیگاؤں

۴۲۳۲۰۳ ناسک، مہاراشٹر، ہند
منتظم عاصی ۹۴۰۳۹۲۱۴۴۰

AASI PABLISHER
MALEGAON NASIK M.H 423203
MUNTAZIM AASI 9403921440
Sanaullah Nagar / Khanqah E Shamsiya
aasicomputer.info@gmail.com

انتساب

میری بیٹی

عائشہ امم

کے نام جو نورِ چشمِ عاصیؔ ہے

بیٹیاں باپ کی پہچان ہوا کرتی ہیں
درد و غم سہہ کے بھی انجان ہوا کرتی ہیں
ماں کی آغوش میں وہ عید نظر آتی ہیں
باپ کی گود میں رمضان ہوا کرتی ہیں

تعارف

نام	:	محمد منتظم محمد شعبان انصاری
قلمی نام	:	منتظم عاصیؔ
تعلیم	:	ساتویں
تاریخ پیدائش عیسوی	:	۱۶/۱۱/۱۹۸۳
تاریخ پیدائش ہجری	:	۱۰ صفر المظفر ۱۴۰۴ھ
پیشہ	:	پارچہ بافی خانقاہی مدرس
شاعری کی ابتداء	:	۲۰۱۱

پتہ حال

ثناء اللہ نگر گلی نمبر ۲ پلاٹ نمبر ۵۴ مالیگاؤں

شائع شدہ کتابیں

حرفِ عظیم میم ۲۰۲۲، لا اسم لہٗ ۲۰۲۲ طشت از بام ۲۰۲۲ نذورات ۲۰۲۳، دیدہ باید ۲۰۲۳

Introduction

Name : Mohammad Muntazim Mohammad shaban
Writ Name : Muntazim Aasi
Education : 7std
D.O.B : 16/11/1983
D.O.B : 10/02/1404
Work : Cloth Weaving
Start off Peot : 2011
add : Sanaullah Nagar P 54 Malegaon
launch Book
Harf E azeem meem, la isma lahu, tasht Az bam, Nazuurat & Deeda Bayad

منتظر عاصی
دیدہ باید

DEEDA BAYAD

9403921440
8208651440
aasicomputer.info@gmail.com
AASI COMPUTER

فہرست دیدہ باب

بسم اللہ	1
ٹائٹل	3
پریس نوٹس	4
انتساب	5
تعارف	6
فہرست	8
اپنی بات	16
باب (حمد، نعت، منقبت)	18
خود سے خود کو ہے بنایا، اے سارے جہاں کے والی، اللہ ھو	19
کرم ایسا کہیں خشکی کہیں تر بھیج دیتا ہے (حمد)	21
گر چاہے تو ذرّے کو بھی مہتاب بنا دے (حمد)	22
محمد ﷺ سے ملی ہے بھیک بتاتی ہے چاندنی (نعت)	23
جو منگتا ہو وہ داتا ہو جاتا ہے (نعت)	24
جس کو طیبہ کی دھول کہتے ہیں	25
غلام آقا ﷺ کا مانہ دیکھ آئے	26
اشکِ الفت سے ہیں بھری آنکھیں	27
بظاہر دیکھ لیں یارب درِ مرسل ﷺ مری آنکھیں	28
آپ ﷺ اللہ کے ہیں محبوب اب جانتے ہیں	29
اللہ کے حبیب ہیں محمد ﷺ	30
اہلِ یثرب وصال کرتے ہیں	31

متقی و نقی نہیں کوئی	32
دیوان کلیات ہے سیرت رسول ﷺ کی	33
اس طرف شمس و قمر اور سب ستارے ہو گئے	34
جو مدینے سے آشکار نہیں	35
نہ ہوا ہے نہ ہو گا عاس کوئی	36
وہ کہاں خلد کے کواڑ میں ہے	37
جھک کے طیبہ کی بہاروں کو تکا کرتے ہیں	38
آپ ﷺ سا معتبر اور کیا چاہئے	39
دشمن کو بتا دو ابھی سلمان ؓ بہت ہیں	40
راہِ طیبہ کو وا کرے کوئی	41
ایسے رہبر ﷺ ولی کوثر سے ہے	42
بغض میں بھی جو نام لیتے ہیں	43
مغفرت کا کارواں ہے سلسلہ سرکار ﷺ کا	44
سورہ مسد بتاتی ہے عزت پسند ہے	45
رحمت جہاں میں یاب مرے مصطفیٰ ﷺ سے ہے	46
جب بھی کوئی کرتا ہے گفتگو مدینے کی	47
قدرت ہے تری قدرتِ سلطانِ مدینہ ﷺ	48
بس اس خیال سے ہی ہمیں رنج و غم نہیں	49
دیارِ خلد کے گل اور خار خوابوں کو	50
معراج کا ہے واقعہ اک نور نور سے	51
میں کہوں گا جو پوچھیں گے کیا چاہئے	52
درِ عالم مُلُوکُ الکلام آئے گا (غیر منقوط)	53
لب پہ آقا ﷺ کے جس کا بھی نام آئے گا	54

فہرست دیدہ باید

عشاق کے پیروں میں زنجیر مدینے کی	55
نبی ﷺ کن فکاں میں نبی ﷺ لامکاں میں	56
بازارِ شام؟ نیزے پہ کیا کیا ظفر ملا	57
سوائے مولاؑ کے دستِ خدا کوئی نہیں ہے	58
کلامِ حق سے جسے راستہ نہیں ملتا	59
خدا کے حسیں کل نظاروں کے مانند	60
کردے عطا مجھے خدا فیضانِ سنجری	61
بے شک یہ سنتوں کو نبھانے کی رات ہے	63
وقتِ افطار سے سحری سے ہرا کرتی ہیں	64
دین کا رکن ہے ایماں کی حلاوت روزہ	65
غزلیات	66
بدلتے وقت کی شورش انا ہموار کرتی ہے	67
شمس مہتاب راشدہ ہو جا	68
وہ لطفِ غم اٹھانے والے مر گئے	69
بے سبب منتخب اداسی ہے	70
ہر یاد پہ پردہ ہے	71
رکھتے ہیں خود کے واسطے دل میں غبار لوگ	72
ہر نیر اردو کی	73
شناسِ ہوا ہوں میں	75
کچھ پاس بچا کیا ہے	76
یار احساسِ گم گیا میرا	77
تند نظر مری ہائے ہائے	78
اس نے اکسیر سے محبت کی	79

زیر ہوں، یا خدا زبر کردے	80
چھوڑ دے مذہبی سیاست کو	81
درد و رنج و الم محبت کو	82
کرتا رہا تلاش بہار انہیں ملا	83
پاس عف جاں سپار کچھ بھی نہیں	84
دار مجنوں پہ دستور کا پہرہ دیکھا	85
خونِ ناحق سے تر کفن میرا	86
شاخ الفت پہ کبھی جھول نہ پائیں گے	87
زندگی زندگی کو ترسے ہے	88
شکستہ حال نظارے بھی بات کرتے ہیں	90
لوگ آشوبِ آگہی کے غم	91
سبز شاداب نم سنہرا ہے	92
اقرار ضروری ہے نہ انکار ضروری	93
حصار بند نگہبانِ قتل کہاں ہوں گے	94
فقیروں سے غریبوں سے محبت کیوں نہیں کرتے	95
معصوم کہاں کہاں ملے گا (غیر منقوطہ)	96
دست بستہ تری طلعت کے خزانے نکلے	97
جب بھی سوختہ دل گریہ کناں ہوتا	98
تمام گل تو کسی ایک گلستان کا ہے	99
خطا کار تیرا نگہبدار ٹھہرا	100
ایک درویش مجھے روز صدا دیتا ہے	101
بارِ الفت اٹھا کے دیکھ لیا	102
چاہتے ہیں حرم بنانے کو	103

چھوڑ کر راحتِ دنیا کو ڈوارے سارے	104
کر رہا ہے تلاش وہ کس کا	105
خدمت خلق کی نیت سے سیاست کرنا	106
تمام لوگ ملے مرزبانِ اشہد تک	107
نظر نظر میں نظاروں میں نذر میں تم ہو	108
وفا پرست وفادار یار ہونے کا دکھ	109
نکلے ہیں ڈھونڈنے کے لئے چار یار لوگ	110
کیسے بتاؤں جان کہ کیا کیا ملا مجھے	111
کیوں نہ آئی یاد اپنے پیر کی	112
دانستہ شری آگ میں دہکائے گئے ہم	113
ایک دن دیکھنا احساسِ بلا لکھے گی	114
شہرِ معشوق میں نصرت نہیں ملنے والی	115
محروم ہے فرقت سے عزادار بہت ہے	116
خوشبو ہے کہیں اور کی از بار کہیں کے	117
خلوت میں ترے ساتھ پشیمان بہت ہیں	118
کبھی سوال ہوئے اور کبھی جواب ہوئے	119
زندگی کو بنانے ظفر زندگی	120
زندگی ہووے گی گلزار بہت مشکل ہے	121
آرزو ہے کہ ہراسان کیا جائے کبھی	122
دھوکہ فریب خود سے ہی کھائے گا وہ کبھی	123
سسک سسک کر کبھی سویرا نہیں کروں گا	124
رنج و غم دکھ ملال کیا ہے	125
مجھ سے اب تک ہراس ہے کیا	126

جان دینے کے لئے تیار بیٹھے ہر جگہ	127
کہتے ہیں آتے جاتے یہی بس رقیب لوگ	128
کوچا تراہی ہوگا حرم جس کو کہتے ہیں	129
دور سے آنکھ ملاتے ہو چلے جاتے ہو	130
کوئی شکوہ گلہ گہار نہیں	131
جاری رہا سفر مرا رستہ سمیٹ کر	132
تمام زخم کو دل میں دبا کے کیا کرتے	133
صد بار راہبر سے رضا مانگتے رہے	134
آج مجنوں کا رنگ اجاڑ میں ہے	135
قصرِ ہارون اماں دار میں دیکھا گیا ہے	136
تشہیرِ تمدن کا ترانہ تھا کبھی میں	137
اگر سردار ہوتا تُو، تو سرداری نہیں کرتا	138
رازِ الفت بتا گئے مجھ کو	139
اپنے پرچم سے ذرا رنگِ ورا کم کر دے	140
دست بستہ کھڑے ہیں ستائے ہوئے	141
سنبھل سنبھل کے حزیں مسکرائے جاتے ہیں	142
راستہ اور اعادہ مجھے پہچانتا ہے	143
حوصلہ پہلے وہ بڑھائیں گے (ہزل)	144
دست بستہ تری چوکھٹ پہ کھڑا رہتا ہے	145
طلعت نواز رخت گناں دستِ ہم رہا	146
حساس دل طلوع اساسِ الم رہا (غیر منقوط)	147
دم بہ دم لام وسم جام وجم ایک دم (100 میم)	148
پھول خوشبو سی بہاروں سی حیا رکھتا ہوں	149

الفت کی راہ فرقتِ منزل ظفر کرے	150
دل مصفّیٰ صفا نہیں کوئی	151
بتاؤ نفیسہ وحیدہ وغیرہ (ہزل)	152
بیٹیاں باپ کی پہچان ہوا کرتی ہیں (بیٹی)	153
نوچ کر پیروں کے چھالوں کو ہرا کرتے ہیں	154
شمار کرتے ہیں دن رات پل جدائی کا	155
تمہاری آنکھ میں ہر دم شرارہ دیکھنے والے	156
تمہاری شوخ ادا قاتل نظر کی بات کرتے ہیں	157
ہم دوانوں کے قدم سے معتبر ہو جائے گی	158
بختِ مجنونِ داخلی ہے ابھی	159
چہرے پر کیوں ہما بھی ہے ابھی	160
یوں دھڑکتا ہے جیسے بسمل ہے	161
حرفِ گم شدہ	162
منسوبِ بغض بات پہ اپنی اڑا رہا	163
خموشاں کی قیادت کم نہیں ہے	164
پیار نفرت کا اور نہ طاعت کا	165
تعظیمِ رفاقت کو بَبا کہنے لگے ہیں	166
اہلِ فرقت میں کہاں ہوتا ہے رافت کرنا	167
اپنے دیوانے کو ٹوٹا ہوا تارا کر کے	168
اک آپ تھے کہ جس سے چمن مہکتا رہا	169
شیراز ذکاوت ہے احرام خدا جانے	170
ناز نخرے جو دکھاتا تھا دکھاتا ہی نہیں	171
مطلع تا مقطع قابلِ تحسین ہے جناب	172

گر خونِ جگر عشق میں مرسوم نہ ہوتا	173
اپنی آنکھوں میں دوانوں نے اتاری صورت	174
عمر کے کس حصے کس دامن میں ہے	175
دوانہ آنکھ سے منظر اٹھا کے لائے گا	176
عجیب بات ہے احساس و بے بسی کم ہے	177
درد سینے میں دباتے ہوئے تھک جاتے ہیں	178
شجاعت کے سانچے میں ڈھلنا پڑے گا	179
پیروں میں آب وتاب نہ منزل نظر میں ہے	180
داب وآداب نہ مستور کی رافت کرنا	181
تیری یادوں سے پریشان بہت ہوتا ہے	182
کتنا آساں تھا ستم گر سے محبت کرنا	183
جب عبادت میں آخرت ہوگی	184
رزق برکت اُبھار کا موسم	185
دارِ منصورؔ پہ بغدادؔ کی بہار اپاگل	186
رخ یہ موسم کا بدلنا تری انگڑائی ہے	187
مرا اپنا کر کے دغا جا رہا ہے	188
ہر کاروارِ عمر کا حاصل اداس ہے (غیر منقوطہ)	189
کار جود وسخا امر رکھیے	190
متفرق اشعار، قطعات، رباعی، تسطیر	191
رخصتی	198
اظہارِ تشکر	200

منتظر قاصی
دیدہ باید

اپنی بات

از قلم منتظم عاصی مالیگاؤں

دیدہ باید میری پانچویں ادبی کتاب کا نام ہے اول ۲۰۲۲ / ۱۵ فروری ۱۳ رجب جشنِ مولودِ کعبہ کے موقع پر حرفِ عظیم میم نوری اجماع، ۹۶، صفحات پر مشتمل نعت ومناقب کا اجراء ہوا دوم ۲۰۲۲ / ۱ جولائی ۱ ذی الحجہ جشنِ زہراء علی کے موقع پر لا اسم لہٗ ۲۲۰ صفحات پر مشتمل غزل کا مجموعہ شائع ہوا سوم ۲۰۲۲ / ۱۸ اکتوبر ۱۱ ربیع الاول بموقعِ جشنِ رحمۃ اللعالمین طشتِ از بام ۴۴۰ صفحات پر مشتمل حمد نعت مناقب ہزل غزل نظم متفرق اشعار قطعات رباعی مکمل دیوان کے علاوہ ۲۰ سے زائد اصنعاتِ شاعری کا مجموعہ منظرِ عام ہوا چہارم ۲۰۲۳ / ۵ فروری ۱۳ رجب جشنِ مولودِ کعبہ کے موقع پر نذورات ۱۲۸ صفحات پر مشتمل حمد نعت مناقب کا مجموعہ شائع ہوا اسی کے ساتھ کتابِ ھٰذا شائع ہونے کے لئے تیار تھی مگر وقت اور حالات نے روکے رکھا تھا بفضلِ رب وہ گھڑی آہی گئی جس کا انتظار طشت از بام کے اجراء سے کر رہا تھا آج تادمِ تحریر میں اپنے ان قارئین کا شاکر وممنون ہوں جن کے ذوقِ اردو نے مجھے اور مجھ سے اور قلم کاروں کو حوصلہ بخشا اور مزید قلم کا استعمال کرنے کا موقع عنایت فرمایا انہیں کی محبتیں ہیں جس کے باعث میں دیدہ باید مکمل کرنے میں کامیاب ہوا اور انہیں قارئین کو نظر میں رکھتے ہوئے ایک الگ انداز اور الگ رنگ میں اپنی اس تصنیف کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے اس میں حمد، نعت، منقبت، کا ایک باب الگ

اپنی بات

سے باندھا گیا ہے جس میں ۳ حمدِ باری تعالی کے ساتھ ۳۴ نعتِ پاک اور ۵ منقبت ۱شب برات پر کلام ہے ۲ رمضان المبارک پر اس کے علاوہ غزلیں چند ایک ہزل، متفرق اشعار کے ساتھ بیٹی کی رخصتی کو بھی شامل کیا ہوں میری کوشش رہی ہے کہ جہاں تک ہو بھرتی الفاظوں سے اجتناب ہو بے ضرورت ایسے الفاظ کا (جو، وہ، یہ، کا، کی، کو، لوگو، دوستو، یار و وغیرہ) استعمال نہیں ہوا جس جگہ اس اہم ضرورت تھی اسی جگہ استعمال کیا ہوں اسی کے ساتھ چند کلام میں فارسی الفاظ کا استعمال ہوا ہے اور غیر منقوطہ، ذو قوافتین، سہ قوافتین، تکرار حرفین جیسی اصنعات بھی شامل ہے افاعیل زیادہ تر مروجہ استعمال ہے کچھ افاعیل جو رائج نہیں اس پر بھی طبع آزمائی کی ہے دیدہ باید ۲۰۰ صفحات پر مشتمل حمد نعت غزلیں متفرق اشعار کا مجموعہ ہے جس کی اشاعت کا انتظار بہت سے احباب کر رہے ہیں انہیں لگتا ہے کہ طشت از بام کی طرح پھر کچھ نیا دیکھنے کو ملے گا انہیں احباب کا خیال رکھتے ہوئے کچھ نیا پیش کرنے کی کوشش کی ہے اسی کے ساتھ اگلی تصنیف جو الگ رنگ میں پیش کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں جس کا نام بزلِ زنابیل ہوگا آپ کی محبتیں اسی طرح رہی تو جلد منظرِ عام ہوگی اس کتاب میں حالاتِ حاضرہ پر مشتمل کلام ہونگے ان شاء اللہ

احقر منتظم عاصیؔ

۸ مئی ۲۰۲۳ بروز پیر

الحمد
نعت
منقبت

موجود ہر جگہ ہے وہ سب سے نہاں بھی ہے
ہر شے بتا رہی ہے وہ باطن عیاں بھی ہے
وہ ہے وہاں جہاں تُو نہیں تُو جہاں ہے وہ
تجھ کو پتا نہیں کہ وہ تنہا وہاں بھی ہے

خود سے خود کو ہے بنایا، اے سارے جہاں کے والی، اللہ ھو
خود کو تو نے ہے چھپایا، اے پردہ کئے خود عالی، اللہ ھو

خلق کا خالق راز ہے خلقت
کن سے عیاں ہے تیری قدرت

خود سے خود کو ہی ملایا، ہاں اوڑھے کملیا کالی، اللہ ھو
خود سے خود کو ہے بنایا، اے سارے جہاں کے والی، اللہ ھو

خود کو بنا کر رکھا تو نے
خود کو سکھا کر پکّا تو نے

خود کو خود سے ہی نبھایا، اے خود سے خود کے تُو مالی، اللہ ھو
خود سے خود کو ہے بنایا، اے سارے جہاں کے والی، اللہ ھو

عشق تماشہ تیرا کرم ہے
نور سے نوری نورِ حرم ہے

خود کے رنگ سے خود سجایا، اے خود پہ خود نگہ ڈالی، اللہ ھو
خود سے خود کو ہے بنایا، اے سارے جہاں کے والی، اللہ ھو

تو نے ہی چاہا جانیں تجھ کو
کوئی تو ہو جو مانیں تجھ کو

خود کو خود کا خود بتایا، اے میرے خدا تو عالی، اللہ ھو
خود سے خود کو ہے بنایا، اے سارے جہاں کے والی، اللہ ھو

رنگِ کمالی رنگِ جمالی
عاصی لکھے حمدِ جلالی

خود کو خود صدا لگایا، اے عالی والی اے مالی، اللہ ھو
خود سے خود کو ہے بنایا، اے سارے جہاں کے والی، اللہ ھو

کرم ایسا کہیں خشکی کہیں تر بھیج دیتا ہے
عطا کر کے وہ روزی شام کو گھر بھیج دیتا ہے

سبق سکھلانے کی خاطر زمانے میں خدا نخواستہ
ابابیلوں کے پنجوں سے وہ کنکر بھیج دیتا ہے

گناہوں کے سبب جب ہم کئی فتنے اٹھاتے ہیں
تو پھر فتنہ مٹانے کو وہ رہبر بھیج دیتا ہے

کبھی چھوٹے سے جگنو سے مٹا دیتا ہے ظلمت کو
کبھی سورج پہ ظلمت کا وہ منظر بھیج دیتا ہے

کہیں سرخاب کے حصے میں رکھتا ہے حزیں صحرا
کہیں دریا مٹانے کو وہ ساگر بھیج دیتا ہے

کہیں رحمت کہیں نعمت کہیں عزت کہیں شہرت
کہیں طوفان کی صورت میں محشر بھیج دیتا ہے

کسی کو وہ حصارِ غم میں عاصیؔ آزماتا ہے
کسی کے گھر وہ خوشیوں کا سمندر بھیج دیتا ہے

حمد

گر چاہے تو ذرّے کو بھی مہتاب بنا دے
مہتاب کو گر چاہے تو ذرّے میں دبا دے

تُو چاہے تو کر دے عطا جسمِ توانا
ناراض اگر ہو تو ہواؤں میں اڑا دے

تنکے سے سمندر کو تو دیتا ہے نصیحت
اک چھوٹے سے سوتے سے تو دریا کو جلا دے

سورج کی تپش چاند ستاروں کی ضیا سے
سوکھے ہوئے پودوں پہ بھی تو پھول کھلا دے

تو چاہے تو سوکھے ہوئے پتّوں سے فلک بوس
اونچے کھڑے مضبوط پہاڑوں کو ہلا دے

پل بھر میں زمیں عرش کی صورت کو بدل کر
تو چاہے تو ہم جیسوں کی تقدیر جگا دے

دلدل میں گناہوں کے دھنسا ہے مرے مولا
بیمار ریا کار ہے عاصی کو شفا دے

نعت

منتظر قاضی

دیدہ باید

تجھ ﷺ سے ملی ہے بھیک بتاتی ہے چاندنی
چکر ترے حرم کا لگاتی ہے چاندنی

چہرہ حضور نورِ مجسم ہے آپ ﷺ کا
معمولی سی جھلک ہی دکھاتی ہے چاندنی

گرد و غبار دیکھ کے دہلیز پر تری ﷺ
آنگن میں اپنے دیپ جلاتی ہے چاندنی

ہالہ بنا کے نور کا اک اپنے آس پاس
تصویر تیری خوب بناتی ہے چاندنی

یثرب کی سرزمیں کے مقدر کو دیکھ کر
پیغام روشنی کا سناتی ہے چاندنی

پڑتی ہے جب بھی گنبدِ خضرا پہ اک نظر
اک نعت وجد رقص میں گاتی ہے چاندنی

آتا ہے جب بھی وقت اماوس کا منتظر
دہلیزِ مصطفیٰ ﷺ پہ ہی جاتی ہے چاندنی

تجھ ﷺ سے ملی ہے بھیک بتاتی ہے چاندنی

نعت

جو منگتا ہو وہ داتا ہو جاتا ہے
اس در پر ادنیٰ، اعلیٰ ہو جاتا ہے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیارا روضہ دیکھ کے جنت کا
خواب بھی دنیا میں پورا ہو جاتا ہے

سن کر پیاری پیاری باتوں کو آقا
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن دیوانہ ہو جاتا ہے

برسوں پرانا دیکھ کے گنبدِ خضرا کو
درد مسیحا بن اچھا ہو جاتا ہے

سن کے طیبہ کی باتوں کو ہر کوئی
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پل بھر میں شیدا ہو جاتا ہے

منکر اور زندیق منافق جھوٹا بھی
کلمہ پڑھ کر وہ سچا ہو جاتا ہے

نعت و مناقب عاصیؔ ہر دم لکھ لکھ کر
صف میں شاعر کی اونچا ہو جاتا ہے

جس کو طیبہ کی دھول کہتے ہیں
پھول بھی اس کو پھول کہتے ہیں

نعتِ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گنگناتا ہوں
مرحبا خار پھول کہتے ہیں

جب دعا میں درود پڑھتا ہوں
تب فرشتے قبول کہتے ہیں

نعت سنتے ہیں لوگ شوق سے پر
شاعری کو فضول کہتے ہیں

مان لو دل سے تم فقط اتنا
جتنا پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہتے ہیں

شہرِ طیبہ کا دیکھ کر مجھ کو
اب مسیحا ملول کہتے ہیں

نعت کے شعر پڑھ کے عاصیؔ کے
لوگ اعلیٰ مقول کہتے ہیں

نعت

غلام آقا ﷺ کا مانہ دیکھ آئے
کفالت آب ودانہ دیکھ آئے

مجھے بھی بند آنکھوں سے دکھا دے
جو در بہلول دانہ دیکھ آئے

سنا ہے رات دن رحمت سے پُر ہے
دعا کیجے دوانہ دیکھ آئے

شریعت کی ردا اوڑھے نبی ﷺ کے
طریقت کا خزانہ دیکھ آئے

ہواؤں سے محبت کا وہاں پر
برستے مے مغانہ دیکھ آئے

ہر آنے والے کہتے ہیں! نبی ﷺ کا
لگا جیسے زمانہ دیکھ آئے

تری رحمت کا یارب منتظر بھی
کرم فرما دہانہ دیکھ آئے

نعت

اشکِ الفت سے ہیں بھری آنکھیں
طیبہ میں ہشت منظری آنکھیں

رقص کرتی ہیں سبز گنبد پر
نعت لکھ کر قلندری آنکھیں

جنگِ خندق کا واقعہ پڑھ کر
دیکھتی ہیں تونگری آنکھیں

سن کے منظر حسیں مدینے کا
کرنے لگتی ہیں شاعری آنکھیں

دیکھ کر زائرِ مدینہ کو
ہر کسی کی ہیں اختری آنکھیں

چوم کر خاک شہرِ طیبہ کی
ہوگئیں میری طاہری آنکھیں

دیکھنا شہرِ طیبہ میں عاصی
کرنا چاہیں گی نوکری آنکھیں

نعت

بظاہر دیکھ لیں یا رب درِ مرسل ﷺ مری آنکھیں
اسی باعث مکمل ہوں گی نا مکمل مری آنکھیں

نظر جب گنبدِ خضرا پہ جاتی ہے تو دل کے ساتھ
بتاتی ہیں نظارہ خلد سے افضل مری آنکھیں

جو طاقِ دل میں جلتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی الفت میں
لگانا چاہے ان دیپوں کے ہی کا جل مری آنکھیں

اسی میں کرتی ہیں محسوس خوشبو خاکِ طیبہ کی
جہاں والے بتاتے ہیں جسے صندل مری آنکھیں

زیارت کرتے رہتی ہیں تصور میں مدینے کی
محبت عشق کا اوڑھے ہوئے کمبل مری آنکھیں

تڑپتی بلبلاتی روتی طیبہ کی طرف اب تو
جنونِ عشق میں جانے لگیں پیدل مری آنکھیں

مدینے کے مسافر کو کرے رخصت جہاں عاصی
سسکتی ہیں محبت کے، لئے کربل مری آنکھیں

نعت

آپ ﷺ اللہ کے ہیں محبوبِ الب جانتے ہیں
مرتبہ اہلِ عجم اہلِ عرب جانتے ہیں

جس زباں سے بھی کرو پیش خراجِ الفت
مصطفیٰ صلِّ علیٰ دل کا ترب جانتے ہیں

ان کا ایمان سلامت ہے شفا یاب ہیں وہ
خود کو سرکار ﷺ کا جو لوگ وَصب جانتے ہیں

ان کو ہوتی ہے عطا عشق کی معراج جو لوگ
آپ ﷺ کے ذکر کے بِن خود کو خرب جانتے ہیں

ہر زمانے میں سخنور تو بہت آئے پر
نعت لکھنے کا دوانے ہی کسب جانتے ہیں

ہل اتیٰ طٰہٰ مزمل یا مدثر یاسین
جتنا قرآں میں ہے ہم اتنا لقب جانتے ہیں

جن کا دل عشقِ محمد ﷺ سے ہے روشن عاصیؔ
ہاں وہی خاکِ مدینہ کا ادب جانتے ہیں

اللہ کے حبیب ہیں محمد ﷺ
امت کے طبیب ہیں محمد ﷺ

آدمؑ ہیں خلیلؑ نوحؑ موسیٰؑ
داؤدؑ و ذبیح روح عیسیٰؑ
نبیوںؑ میں عقیب ہیں محمد ﷺ

لاکھوں نبیؑ آئے عرش سے پر
معراج پہ بس گئے ہیں سرور ﷺ
خوش بخت نقیب ہیں محمد ﷺ

مومن پہ خدا کا فضل دیکھو
یہ جود و سخا یہ بزل دیکھو
احسان و نصیب ہیں محمد ﷺ

قرآں میں حدیثوں میں لکھا ہے
شہ رگ سے قریب اک خدا ہے
سانسوں سے قریب ہیں محمد ﷺ

مہ شمس ستارے کہکشاں نے
عاصیؔ یہ زمین آسماں نے
بولے کہ نجیب ہیں محمد ﷺ

نعت

اہلِ یثرب وصال کرتے ہیں
نذر نذرانہ نال کرتے ہیں

ذکر جھک کر مدینے والے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
شمس اختر ہلال کرتے ہیں

جس کی ملتی نہیں مثال کوئی
عشق ایسا بلالؓ کرتے ہیں

پڑھ کے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود ہمہ
خود کو ہم لازوال کرتے ہیں

دل پہ رکھ کر کے درد کا پتھر
طیبہ سے انتقال کرتے ہیں

ذکر جنت کا جب بھی سنتے ہیں
صرف طیبہ خیال کرتے ہیں

عشقِ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ڈوب کر عاصیؔ
بختِ خفتہ جمال کرتے ہیں

نعت

متقی و نقی نہیں کوئی
حق بجق ہل اتی نہیں کوئی

خاکِ طیبہ کے اب سوا میرے
دردِ دل کی دوا نہیں کوئی

اک فقط آپ ﷺ کے سوا آقا
حشر میں مدعا نہیں کوئی

جس نے امت کو رب سے مانگ لیا
آپ ﷺ ہیں دوسرا نہیں کوئی

آسرا ہم گناہ گاروں کے
مصطفیٰ ﷺ کے سوا نہیں کوئی

جس نے دیکھا کہا خدا کی قسم
رہنما آپ ﷺ سا نہیں کوئی

ایک سرکار ﷺ کے سوا عاصیؔ
آگے سدرہ کے وا نہیں کوئی

دیوان کلیات ہے سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

دیوان کلیات ہے سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
یعنی کے کائنات ہے سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

چل کر تو دیکھئے کبھی خود ہی کھو گے تم
خالق کی لمِسیات ہے سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

پایا نجات جہل سے داخل ہوا ہے جو
دراصل مکتبات ہے سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

اول ہے آخری بھی ہے ظاہر نہاں بھی ہے
قرآں کی مُفسَّرات ہے سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

انشائے نعت کہتا ہے عاصؔی یہ جھوم کر
روشن تخیلات ہے سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

نعت

اس طرف شمس و قمر اور سب ستارے ہو گئے
''جس طرف چشمِ محمد ﷺ کے اشارے ہو گئے''

آپ ﷺ کے پائے مقدس سے حزیں یثرب میں
خوبصورت حسیں جنت سے نظارے ہو گئے

عالمِ خستہ شکستہ میں رسول اللہ ﷺ کا
بس لیا تھا نام ہی وارے نیارے ہو گئے

معجزہ ہے یہ کرامت بھی حقیقت بھی تمہیں ﷺ
دیکھنے والے سبھی دل سے تمہارے ہو گئے

سوختہ دل آپ کی خدمت میں پیارے نبی ﷺ
چند لمحے ہی رہِ اور ماہ پارے ہو گئے

اس طرف شمس و قمر اور سب ستارے ہو گئے

نعت

جو مدینے سے آشکار نہیں
وہ ستارا ابھی پُر وقار نہیں

جیسی طیبہ میں ہے خزاں روشن
ایسی پیاری کہیں بہار نہیں

جو اسیرِ حبیبِ یزداں ﷺ ہے
درد و غم دکھ کا وہ شکار نہیں

جام وحدت کا پینے والوں کی
آنکھ میں نور ہے خمار نہیں

دیکھ کر آپ ﷺ کو عدو بولے
آپ سا کوئی تاجدار نہیں

سب گنہگار ہیں ردا کے تلے
میں اکیلا گناہ گار نہیں

اب مدینہ بلا لو عاصیؔ کو
چین راحت سکوں قرار نہیں

نعت

نہ ہوا ہے نہ ہوگا عاسں کوئی
کوئی ثانی نہ انعکاس کوئی

جانے والوں مدینے والے تک
میری پہنچائے التماس کوئی

آرزو طیبہ کی نہیں دل میں
ہوگا مشکل سے ناسپاس کوئی

لوٹ آئے ہیں حج سے سب لیکن
اب بھی بیٹھا ہے گم اداس کوئی

قافلہ سوئے طیبہ چلنے کو ہے
میرا بھی کرلے اقتباس کوئی

گنبدِ خضرا سامنے ہو مرے
اور پڑھتا رہے اساس کوئی

پڑھ رہا تھا درود میں عاصیؔ
ہوا محسوس آس پاس کوئی

نعت

وہ کہاں خلد کے کِواڑ میں ہے
جو اُحد کے حسیں پہاڑ میں ہے

دیکھ تاریخ پڑھ کے یثرب کی
عشق شاید خزاں کے آڑ میں ہے

کُشتی ابلیس کرنے آیا تھا
دستِ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پچھاڑ میں ہے

بو جہل میں نہیں تھی اُتنی جو
عقل کنکر میں جتنی جھاڑ میں ہے

بدر خندق غزان اُحد خیبر
شیرِ حق حیدری دہاڑ میں ہے

دیکھ کر چشمہ جاری انگلی سے
چاہ زم زم مثالِ باڑھ میں ہے

بھول جائیں نہ اس لئے عاصیؔ
اب بھی کعبہ اسی دراڑ میں ہے

نعت

جھک کے طیبہ کی بہاروں کو تکا کرتے ہیں
چرخ سے نجم ستاروں کو تکا کرتے ہیں

محوِ حیرت سے سنا ہے کہ مدینہ تیرے
چاند سورج بھی نظاروں کو تکا کرتے ہیں

رنگ خوشبو سے مجلی یہ معطر سارے
پھول چوکھٹ کے اشاروں کو تکا کرتے ہیں

قصرِ یاقوت میں رہتے ہیں مگر اٹھ کر
سبز گنبد کو مناروں کو تکا کرتے ہیں

ہو گی توصیف بیاں کیسے بَقیعُ الغَرقَد
وقت کے شاہ مزاروں کو تکا کرتے ہیں

فرطِ جذبات عقیدت سے محبت سے ہما
لوگ گلزار کو خاروں کو تکا کرتے ہیں

حور و غلمان بھی جنت سے نکل کر عاصؔی
خود مدینے کے پہاروں کو تکا کرتے ہیں

نعت

آپ ﷺ سا معتبر اور کیا چاہئے
مل گیا راہبر ﷺ اور کیا چاہئے

ایک ہو کر سبھی بولے اصحابؓ نے
''آپ ﷺ ہیں راہبر اور کیا چاہئے''

اک اشارہ ملا جھوم کر بول اٹھے
نجم شمس و قمر اور کیا چاہئے

ہم خطا کار بندوں پہ محشر میں ہو
آپ ﷺ کی اک نظر اور کیا چاہئے

حق ملا، آپ ﷺ امت ملی مل گئے
کلمہ گو ماں پدر اور کیا چاہئے

مالیگاؤں ہے مسجد مناروں کا گڑھ
مدرسوں کا ہے گھر اور کیا چاہئے

جس کو مل جائے رہنے کو اک پل اسے
عاصیؔ طیبہ نگر اور کیا چاہئے

نعت

دشمن کو بتا دو ابھی سلمانؓ بہت ہیں
ناموسِ رسالت کے نگہبان بہت ہیں

بس خاکِ مدینہ کا طلب گار ہوں واعظ
یوں تو مری تقدیر میں زوہان بہت ہیں

توصیف پیمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیاں ہو نہیں پائی
یوں نعت کے لکھے ہوئے دیوان بہت ہیں

گردن کو کٹا کر بھی ادا کر نہیں سکتے
اُس پیکرِ اخلاق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احسان بہت ہیں

معراج کا پل بھر میں سفر کر لیا کیسے
اُس وقت سے شیطان پریشان بہت ہیں

تقدیر کی تقدیر سنور جاتی ہے جس جا
اس جا کی خدا دید کے ارمان بہت ہیں

عاصیؔ ہے نہ ہوگا کوئی حسانؓ کے جیسا
حالانکہ نئے دور میں حسان بہت ہیں

نعت

راہِ طیبہ کو وا کرے کوئی
مجھ کو بھی مرحبا کرے کوئی

چل مدینہ تجھے بلاتے ہیں
دے یہ مژدہ خدا کرے کوئی

روزِ اول سے روزِ آخر تک
ربِّ سلّم کہا کرے کوئی

یہ بھی سنت ہے میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
''بخش دو گر خطا کرے کوئی''

میری بینائی جانے والی ہے
خاکِ طیبہ عطا کرے کوئی

التجا آرزو ہے نعتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
میں لکھوں اور پڑھا کرے کوئی

میرے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا عاصؔی
درد و غم سے رہا کرے کوئی

نعت

ایسے رہبر ﷺ ولی کو ترسے ہے
بزلِ حاتم سخی ترسے ہے

فضلِ رب سے عطا ہوئی ہم کو
خلد بھی جس گلی کو ترسے ہے

جس کی امت میں ہم ہوئے پیدا
ہر نبیؑ اس نبی ﷺ کو ترسے ہے

جس کو طیبہ کا مل گیا صدقہ
ہر چمن اس کلی کو ترسے ہے

پہنچی نعلین عرشِ حق پر جو
قلب میرا اسی کو ترسے ہے

رقص کرتا ہوا مدینے میں
جسدِ خاکی سعی کو ترسے ہے

سن کے اخلاقِ مصطفیٰ ﷺ عاصیؔ
سروری سروری کو ترسے ہے

بغض میں بھی جو نام لیتے ہیں
در سے ان کے بھی چشمے بہتے ہیں

فضل جود و سخا کا مرکز ہے
آنے والے تمام کہتے ہیں

عزمِ طوفان سر جھکاتا ہے
نام ہم جب بھی تیرا لیتے ہیں

بادشاہوں کو ہاتھ بھر بھر کے
تیرے در کے بھکاری دیتے ہیں

جس نے چوما ہے تیری چوکھٹ کو
ہر گھڑی وہ نشے میں رہتے ہیں

ایک پل کی جدائی کا تیرا
کس طرح غم دِوانے سہتے ہیں

صرف عاصیؔ نہیں ہزاروں ہیں
تیرے ٹکڑوں کے دم پہ رہتے ہیں

نعت

مغفرت کا کارواں ہے سلسلہ سرکار ﷺ کا
بخت سے ہم کو ہوا دامن عطا سرکار ﷺ کا

اے بنی آدم جہالت سے ہوا آزاد تو
شکر رب کا کر ادا اور شکریہ سرکار ﷺ کا

رات دن صبح و مسا ہر ایک لمحہ ہر گھڑی
چومتی ہے روضۂ اقدس ہوا سرکار ﷺ کا

منکروں نے کافروں نے مشرکوں نے بھی کہا
حق بجانب ہی ہوا ہے فیصلہ سرکار ﷺ کا

باندھ کر رختِ سفر چلتے رہو اے مومنوں
خلد تک لے جائے گا یہ راستہ سرکار ﷺ کا

اہلِ یثرب کا بیاں ہم حال کر سکتے نہیں
جس گھڑی پہنچا تھا پیارا قافلہ سرکار ﷺ کا

محفلوں میں مجلسوں میں بھیڑ میں تنہائی میں
ذکر کرتا ہے یہ عاصی ہر جگہ سرکار ﷺ کا

سورہ مسد بتاتی ہے عزت پسند ہے
اللہ کو نبی ﷺ کی اطاعت پسند ہے

معلوم ہو گا پڑھ کے یہ قرآں کی آیتیں
رب کو رسولِ پاک ﷺ کی مدحت پسند ہے

صدقے میں مصطفیٰ ﷺ کے عطا رب نے کی وہی
ہر پھول ہر کلی کو جو نکہت پسند ہے

معراجِ عشق ہوتی ہے اس شخص کو عطا
دل جس کا عشقِ آقا میں شدت پسند ہے

معلوم پڑھ کے ہو گیا طائف کا واقعہ
ہر حال میں نبی ﷺ کو محبت پسند ہے

آئے خیال گنبدِ خضرا کو دیکھ کر
لگتا ہے کائنات کو رنگت پسند ہے

عرشِ علیٰ پہ عاصیؔ خدا نے بتا دیا
سیرت رسولِ پاک ﷺ کی صورت پسند ہے

نعت

رحمت جہاں میں یاب مرے مصطفیٰ ﷺ سے ہے
نعمت بھی دستیاب مرے مصطفیٰ ﷺ سے ہے

بندہ یہ مستجاب مرے مصطفیٰ ﷺ سے ہے
ہر لمحہ کامیاب مرے مصطفیٰ ﷺ سے ہے

اس پوری کائنات میں ظاہر ہیں جو سبھی
آداب اور داب مرے مصطفیٰ ﷺ سے ہے

محشر میں دیکھ آپ یقیناً کہیں گے یہ
تقدیر کی کتاب مرے مصطفیٰ ﷺ سے ہے

عاشق سے پوچھئے گا بتائے گا وہ یہی
تابندہ سارا خواب مرے مصطفیٰ ﷺ سے ہے

سیرت نبی کی پڑھیے بتائیں گے معجزے
روشن یہ ماہتاب مرے مصطفیٰ ﷺ سے ہے

ہر اک نفس ملے گا یہ کہتا ہوا تجھے
عاصی حیاتِ لاب مرے مصطفیٰ ﷺ سے ہے

نعت

جب بھی کوئی کرتا ہے گفتگو مدینے کی
دل میں جاگ جاتی ہے آرزو مدینے کی

قلب میں چھپا کر خود اپنے شہرِ آقا ﷺ کو
کر رہے ہیں دیوانے جستجو مدینے کی

شاعری میں سب شاعر بات کرنے والے ہیں
یاد ہو کہ آنا ہے با وضو مدینے کی

اشک بہنے لگتے ہیں بات جب بھی کرتا ہوں
والدین کے اپنے روبرو مدینے کی

نعت کا نیا مصرع دے کے دیکھنا محفل
ہم سجائیں گے اک دن کو بہ کو مدینے کی

خاکِ طیبہ سے مَل کر خود کو جیسے آئے ہیں
در سے خواجہ کے مجھ کو آئے بو مدینے کی

ہر کوئی یہ کہتا ہے دیکھ کر مجھے عاصیؔ
کتنی پیاری کرتا ہے بات تو مدینے کی

جب بھی کوئی کرتا ہے گفتگو مدینے کی

نعت

قدرت ہے تری قدرتِ سلطانِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
دکھلا دے مجھے صورتِ سلطانِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اپناؤ مسلمانوں شریعت کے مطابق
تقلیدِ ہدیٰ سنّتِ سلطانِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مظلوم نوازی مری پہچان بنی ہے
اے دستِ بلا! عترتِ سلطانِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اصحابِ معظّم سے نظر آئی ہے ہم کو
قندیلِ حرم حشمتِ سلطانِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تعبیرِ سَحَر عزمِ امامت ہے یقیناً
تسخیرِ خَلا سیرتِ سلطانِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شیدا ہوئے ہیں دیکھ کے تابندہ ستارے
خورشید و قمر طلعتِ سلطانِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پیغامِ خدا لاتے تھے دیدار بھی کرنے
جبریلِؑ امیں وُسعَتِ سلطانِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نعت

بس اس خیال سے ہی ہمیں رنج و غم نہیں
بہتر نبی ﷺ کے کوئی بھی خوش معتصم نہیں

والہانہ عشق عشق فقط عشق چاہیے
مدحت بیان کرنے کو کاغذ قلم نہیں

بے ساختہ کہا یہی ہر اک نے دیکھ کر
ایسا حسین کوئی خدا کی قسم نہیں

یٰسین طٰہٰ سورۂ رحمٰن پڑھ کے دیکھ
قرآن میں مداح سوا کچھ رقم نہیں

نعلین ہو کے آئی ہے سرکار کی مرے
جس جا پہ جبرائیلؑ کے پہنچے قدم نہیں

معلوم پڑھ کے ہو گیا نشرح کی آیتیں
اس پوری کائنات میں تم ﷺ سا حرم نہیں

عاصیؔ جہانِ فانی ہو یا عالمِ بقا
ہم سے گناہ گاروں پہ احسان کم نہیں

نعت

دیارِ خلد کے گُل اور خار خوابوں کو
مقامِ عشق ملے رستگار خوابوں کو

کئی زمانے سے اصحابِ کہف کے مظہر
مدینے والے کا ہے انتظار خوابوں کو

اذانِ فجر ظہر عصر مغربین سنوں
مدینے جا کے کروں تاجدار خوابوں کو

درودِ پاک ہی تعبیر پیش کرتے ہیں
کمالِ عشق زہے اختصار خوابوں کو

کرم ہے شاہِ امم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بلا لیا مجھ کو
وگرنہ کرتا میں کیسے شمار خوابوں کو

اسی یقین سے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دید ہوتی ہے
کبھی کروں گا میں خوابوں کے پار خوابوں کو

خیالِ گنبدِ خضرا سے کرتا ہوں عاصیؔ
حسین جمیل و سمن مشک بار خوابوں کو

نعت

معراج کا ہے واقعہ اک نور نور سے
ملنے گیا زمین سے شاکر شکور سے

دیکھا جو ارمغان تو امت کے واسطے
کرنے لگے کلیم تکلم حضور ﷺ سے

پڑتی اگر نہ اس پہ تجلی حضور ﷺ کی
واقف نہ ہوتا کوئی بھی اسرارِ طور سے

سرکارِ دو جہاں ﷺ کی یہ عظمت بتائیں گے
تورات و بائبل سے یا پوچھو زبور سے

ہجرت کے بعد پڑتے ہی سرکار ﷺ کے قدم
آزاد ہو گیا تھا مدینہ کُفور سے

پا کر نبی ﷺ کی خوشبو کو مٹھی میں کنکری
کلمہ نبی ﷺ کا پڑھنے لگی خود سُرور سے

ہر چیز کائنات کی عاصؔی پکار اٹھی
ہم معتبر ہوئے ہیں نبی ﷺ کے ظہور سے

نعت

میں کہوں گا جو پوچھیں گے کیا چاہیے
شہرِ طیبہ کی صبح و مسا چاہیے

ہے فقط اتنی خواہش مری آخری
خاکِ طیبہ کی تن پہ عبا چاہیے

جو جگہ نور و رحمت کا مسکن بنی
ہوں گنہگار اس جا سزا چاہیے

مجھ کو طیبہ کی کر دے عطا خار تُو
پھول خوشبو نہ ہی مہر و مہ چاہیے

جس کو تیرے نبی ﷺ نے کیا ہے پسند
رنگ مجھ کو اسی حبشیؓ کا چاہیے

مجھ کو جنت کی خواہش نہیں ہے خدا
سر پہ تیرے نبی ﷺ کی ردا چاہیے

توڑ دنیا سے رشتہ تو چل منتظم
کاملہ عاجلہ گر شفا چاہیے

درِ عالم مُلوکُ الکلام آئے گا
مہر و مہ کُل رسلؑ کا امام آئے

درس گودِ مدر سے ملا ہے سدا
مع محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درود و سلام آئے گا

گورِ دل گمرہی سے رہے دور گر
آلِ احمدؐ کرام و عوام آئے گا

کارِ صالح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دم سے ہی
سرمدی سارا اعمال کام آئے گا

دردِ دل ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در سے
لے کے اعمالِ عاصی کرام آئے گا

لب پہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جس کا بھی نام آئے گا
خلد کا اس کے حصے طعام آئے گا

لمحہ لمحہ یقیناً مرا حشر میں
ذکرِ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مشغول کام آئے گا

بیچ دو مجھ کو طیبہ کے بازار میں
ہوں غلامِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوب دام آئے گا

شمس اک دن یقیناً مرے واسطے
ساتھ لے کر نشاطِ مدام آئے گا

ہوگا سورج سوا نیزے پر جس گھڑی
لب پہ بس نامِ خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے گا

رسم و دستور دنیا کے سب توڑ کر
آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آواز دو یہ غلام آئے گا

لکھ دے عاصیؔ کی قسمت میں طیبہ نگر
زندگی میں جو پھر سے صیام آئے گا

نعت

عشاق کے پیروں میں زنجیر مدینے کی
لگتی ہے کہ جیسے ہو تدبیر مدینے کی

جاؤں درِ آقا ﷺ پر لے کر میں قلم کاغذ
معراجِ سخن ہوگی تحریر مدینے کی

بس اتنی سی خواہش ہے سن لے تو مرے مولا
اک بار سنوں میں بھی تکبیر مدینے کی

رہنے دو نہ لوٹاؤ سرکار ﷺ کے روضے سے
منظور ہے سب مجھ کو تعزیر مدینے کی

باقی ہے فقط روضہ اک بنتِ پیمبرؐ کا
بن جائے تو کامل ہو تعمیر مدینے کی

معلوم انہیں بھی ہو ہم جیسا جو کہتے ہیں
عظمت کو سمجھتا ہے قطمیر مدینے کی

ہو جائے یہ عاصیؔ بھی سیراب کبھی پی کر
مانندِ طہورا ہے ہر نیر مدینے کی

نعت

نبی ﷺ کُن فکاں میں نبی ﷺ لا مکاں میں
نبی ﷺ ہیں زمیں میں نبی ﷺ آسماں میں

نبی ﷺ اوّل آخر نبی ﷺ درمیاں میں
نبی ہیں سماں میں نبی ہیں زماں میں

ہیں توحید حج روزہ صلوٰۃ میں بھی
نبی ﷺ رکنِ دیں میں نبی ﷺ ہیں اذاں میں

شریعت طریقت حقیقت میں دیکھو
نبی ﷺ ہیں عیاں میں نبی ﷺ ہیں نہاں میں

ہیں صبح و مسا میں عبادت دعا میں
نبی ﷺ ہیں خوشی میں نبی ﷺ ہیں فغاں میں

علیؑ اور حسنینؑ زہراؑ کے دل میں
نبی ﷺ رگ میں ان کی نبی ﷺ ان کی جاں میں

نبی ﷺ پیار الفت وفا عشق میں ہیں
نبی ﷺ سا نہیں ہے کوئی کُل جہاں میں

بازارِ شام؟ نیزے پہ کیا کیا ظفر ملا
قرآں ملا؟ رسول ملے؟ دیں کا سر ملا؟

تقسیم کر رہا ہے وہ جنت کو روشنی
موقع جسے نجف میں فقط رات بھر ملا

جبریل جس مکاں سے منور ہوئے سدا
اس در پہ بادشاہ بھی طالب نظر ملا

تسلیم کرنا بعد میں دعویٰ یزید کا
پہلے سلوک آیتِ تطہیر پر ملا

مکہ مدینہ کرب و بلا خلد اور نجف
ہر جا فقط کھُلا ہوا مولا کا در ملا

تلمیذِ حق ہے تُو تو حسن مجتبیٰ کا پھر
قصہ تری کتاب میں کیوں مختصر ملا

میدانِ کربلا سے مدینہ تلک حزیں
عاصیؔ ہمیں تو جنگ کا جاری سفر ملا

سوائے مولاؑ کے دستِ خدا کوئی نہیں ہے
نبی ﷺ کی جان نبی ﷺ کی ادا کوئی نہیں ہے

حدیثِ پاک میں لکھا ہے ہر محدث نے
اخی نبی ﷺ کا علیؑ کے سوا کوئی نہیں ہے

فقط علیؑ کے لئے رکھا دین کا پرچم
پتا نبی ﷺ کو تھا خیبر کشا کوئی نہیں ہے

شعور والوں کو معلوم ہے علیؑ کے سوا
شَبِ فراق شبستاں رسا کوئی نہیں ہے

علیؑ نے پھونک دیا تھا تمام! کعبے میں
ہُبل منات کہ عزّیٰ صفا کوئی نہیں ہے

ہے ساتھ حق کے علیؑ اور حق علیؑ کے ساتھ
یہ کہنے والا نبی ﷺ کے سوا کوئی نہیں ہے

حسامِ حیدری میداں میں آئی جب عاصیؔ
ہوئے ہیں ٹکڑے عدو کے بچا کوئی نہیں ہے

کلامِ حق سے جسے راستہ نہیں ملتا
اسے کبھی درِ مشکل کشا نہیں ملتا

درونِ کعبہ ہوا ہو جو پیدا اب تک کے
سوا علیؑ کے کوئی دوسرا نہیں ملتا

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم علیؑ فاطمہ حسنؑ شبیرؑ
کے جیسا پنجتنؑ واسطہ نہیں ملتا

کسی کی سیرتِ عالی میں سنگ کو کوئی
شکم پہ باندھنے کا واقعہ نہیں ملتا

صفیؑ خلیلؑ نجیؑ روحؑ ہیں کلیمؑ مگر
مقامِ سدرہ پہ وہ نقشِ پا نہیں ملتا

تلاشِ خلد میں پھرتے ہیں در بہ در لیکن
نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عشق بنا راستہ نہیں ملتا

ہزاروں لاکھوں ملے قافلے مگر عاصیؔ
مباہلہ کی طرح قافلہ نہیں ملتا

خدا کے حسیں کل نظاروں کے مانند
نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہؓ ستاروں کے مانند

اٹھا کر تواریخ دیکھو گے جب تم
صحابہؓ ملیں گے بہاروں کے مانند

ابوذر حذیفہؓ کی ہے شان عالی
ہیں عاشق یہ تنہا ہزاروں کے مانند

ہے وابستہ سیرت سے جو! کہہ رہا ہے
زمیں پر صحابہؓ سپاروں کے مانند

ہیں اخلاق کردار احسن سبھی کے
ہیں محراب و منبر میناروں کے مانند

وفاداری سیکھی صحابہؓ سے جس نے
ہے دنیا میں وہ بھی مزاروں کے مانند

یہ سب جانتے ہیں یہ سب کو پتا ہے
ہو احب میں عاصی مداروں کے مانند

کردے عطا مجھے خدا فیضانِ سنجری
خواجہ معین الدینؒ کی اعلیٰ ہے رہبری

دیکھی ہے بختیارؒ نے بابا فریدؒ نے
ہندالولیؒ کے جود و سخاوت کی سروری

اجمیر کی گلیوں میں جدھر جاتی ہے نظر
مطلوب وارثی ہیں نظامی ہیں صابری

خواہش ہے دیکھ لوں میں اسے اپنی آنکھ سے
ایماں کو جس گلی سے ملی خوب برتری

دیکھا ہے ہم نے آنکھ سے یہ خلد آباد میں
بائیس خواجہؒ شیدا ہیں قتالؒ زرزریؒ

بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھائی ہے آپ نے
شیطان سے سبھوں کو کیا آپؒ نے بری

سلطانِ وقت اپنی حکومت کو چھوڑ کر
تیرےؒ دیارِ پاک کی چاہے ہے نوکری

منقبت

کردے عطا مجھے خدا فیضانِ سنجری

طیبہ نجف کے والی سے کرتے ہیں کس طرح
ہندوستاں نے سیکھی ہے خواجہؒ سے دلبری

ہندوستاں میں آئے گئے لاکھوں بادشاہ
خواجہ پیاؒ کی میرے حکومت نہیں گری

ہر ایک سلسلہ اسی در کا غلام ہے
آتا ہے سر جھکائے ہوئے مکھ منتری

عاصیؔ ہے بادشاہ مقدر کا کیوں کہ سب
کہتے ہیں بوالعلائی اسے چشتی قادری

بے شک یہ سنتوں کو نبھانے کی رات ہے
یادِ خدا میں اشک بہانے کی رات ہے

رب کے حضور چلیئے کہ وہ منتظر ہے آج
دوزخ سے اپنی جان چھڑانے کی رات ہے

ہر شب شبِ برات نہیں ہوتی دوستو
اللہ سے مغفرت کو یہ پانے کی رات ہے

آؤ چلو چلیں سبھی سنت نبھائیں کہ
تلمیذِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھانے کی رات ہے

دل سے معاف کردیں معافی طلب کریں
شکوہ شکایتوں کو مٹانے کی رات ہے

غفلت کی پھیلی تیرگی ہو جائے گی فنا
سنت نفل سے شمع جلانے کی رات ہے

جس کو شبِ برات کہا جا رہا ہے وہ
عاصیِ خدا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منانے کی رات ہے

وقتِ افطار سے سحری سے ہرا کرتی ہیں
رحمتیں خلد سے آ کر کے پھرا کرتی ہیں

شکر رب کا، ہے ملا برکتوں والا سایہ
جھولیاں خالی یہ رمضاں میں بھرا کرتی ہیں

باب کھل جاتے ہیں جنت کے نظر آتے ہی چاند
سن لو تعداد جہنم کی گِرا کرتی ہیں

نعمتیں خلد سے آتی ہیں سمٹ کر ساریں
تنگ دستر پہ بھی مفلس کے ورا کرتی ہیں

دیکھ عظمت کو فضیلت کو خدا سے اپنے
غیرتیں ادنیٰ مسلماں کی ڈرا کرتی ہیں

روزہ داروں کے لئے رحمتیں سج آتی ہیں
وقتِ افطار قناعت کو کھرا کرتی ہیں

عاصیؔ رمضاں کا مہینہ جسے پا کر دنیا
خود محبت کے ہزاروں وا درا کرتی ہیں

دین کا رکن ہے ایماں کی حلاوت روزہ
تقویٰ تطہیر کی کرتا ہے قیادت روزہ

ڈھال بن کر ہے کہیں اور کہیں پر تلوار
اس طرح کرتا ہے باطن کی امامت روزہ

طاقِ مرہونِ نجابت میں مبرّا ایکتا
رسمِ فاقہ سے ہے آزاد سلاست روزہ

قبر میں حشر میں جائیں گے یقیناً میرے
ساتھ صلوٰۃ عمل سنت و طاعت روزہ

سچ کہوں صبر عبادت ہے ریاضت یاری
فقر فاقہ ہے فراست ہے قناعت روزہ

جس گھڑی شافعِ محشر سرِ محشر ہونگے
عجز گستر مری چاہے گا شفاعت روزہ

پاس عاصؔی کے نہیں اور بھی کچھ لیکن ہے
مغفرت بخشش و انعام کی یافت روزہ

غزل

لب الفت کا کھولتی ہی غزل
طشت از بام ڈولتی ہی غزل

بدلتے وقت کی شورش انا ہموار کرتی ہے

بدلتے وقت کی شورش انا ہموار کرتی ہے
''تماشہ آدمیت کا سرِ بازار کرتی ہے''

نظر آئے ہر اک جانب حزیں تہذیب کا ماتم
''الگ دو بھائیوں کو جب کوئی دیوار کرتی ہے''

مرا غربت کے چلتے حوصلہ جب ٹوٹ جاتا ہے
''ضرورت خواب میں آ کر مجھے بیدار کرتی ہے''

مجھے احساس تک ہوتا نہیں راتوں کو رو رو کر
''مری ماں بوڑھے ہاتھوں سے دعا تیار کرتی ہے''

مدد کرتے رہو عاصیؔ یتیموں بے سہاروں کی
''یہی نمرود کا آتش کدہ گلزار کرتی ہے''

شمس مہتاب راشدہ ہو جا
مشورہ ہے مرا دیا ہو جا

مجھ سے میرا ضمیر کہتا ہے
چند پل کے لئے ہبہ ہو جا

ساتھ چھوڑا ہے میرا اپنوں نے
زندگی تو بھی بے وفا ہو جا

عشق میں نام چاہتا ہے اگر
جا کے بدنام جا بجا ہو جا

رنگ خود پر چڑھا کے فرقت کا
دردِ دل کی تو ہی دوا ہو جا

بن گئی کائنات پل بھر میں
ربّ عالم نے جب کہا ہو جا

تیرے عاصیؔ سے کتنے روٹھے ہیں
اب کہ تو بھی صنم خفا ہو جا

وہ لطفِ غم اٹھانے والے مر گئے
ہمیں سدا رلانے والے مر گئے

وہ جن سے آنکھ میری سر د رہتی تھی
وہ عکسِ ما بنانے والے مر گئے

تمام عمر بھا خمار قیس پر
وفا سے باز آنے والے مر گئے

کرشمہ تیرے شہر کا عجب نہیں
وہ سارے آنے جانے والے مر گئے

نکل گئے جو زندگی سے زندہ ہیں
ترے قریب آنے والے مر گئے

پتا نہیں تمہیں کئی برس ہوئے
ہماری نیند اڑانے والے مر گئے

وفا کی راہ میں بٹھا کے عاصیؔ کو
تمام آزمانے والے مر گئے

بے سبب منتخَب اداسی ہے
حسبِ عب چارقب اداسی ہے

دیکھ کر آج رخ پہ بچوں کے
ہر مکاں ملتہب اداسی ہے

یہ پتا ہے تمام رندوں کو
عشق میں مستحب اداسی ہے

دل نہیں لگتا گلستاں میں اب
پھیلی ہر سو عجب اداسی ہے

آج اہلِ جنوں کی بستی میں
کسقدر مستجب اداسی ہے

پہلے ہنس مکھ سے جانتے تھے سب
اب ہمارا لقب اداسی ہے

تیری دیوانگی کی حد عاصیؔ
چھوڑ راحت طلب اداسی ہے

ہر یاد پہ پردہ ہے

ہر یاد پہ پردہ ہے
اجداد پہ پردہ ہے

خاموش نگاہیں ہیں
فریاد پہ پردہ ہے

قارون کی حرکت ہے
شداد پہ پردہ ہے

مفلس کی عنایت کا
امداد پہ پردہ ہے

افسوس چناؤ میں
تعداد پہ پردہ ہے

اشعار ہیں اچھے سب
پر داد پہ پردہ ہے

عاصی کی قلم کاری
ایجاد پہ پردہ ہے

رکھتے ہیں خود کے واسطے دل میں غبار لوگ
احساسِ کمتری کے ہیں کتنے شکار لوگ

بے جان کھڑکیاں بھی تمہیں ڈھونڈنے لگیں
کب تک نظر بچھائے کریں انتظار لوگ

کیسے فراقِ یار میں زندہ رہو گے تم
جب کہ تمام ٹوٹ گئے جاں نثار لوگ

میں جا رہا ہوں چھوڑ کے جنگل سدھارنے
تقدیر پر یقین نہیں رکھتے یار لوگ

کرتا ہوں کھل کے اپنے میں تشہیر عشق کی
آتے ہیں آس پاس نظر جب بھی چار لوگ

رسم و رواج ہاں ہے دستور بے وجہ
پھر بھی نبھا رہے ہیں یہاں بے شمار لوگ

پہچان چاہتے ہو سنو شہرِ حسن میں
عاصی کے جیسے لگتے ہیں سب سوگوار لوگ

ہر نیر اردو کی
ہے جیر اردو کی

ہے خواب تابندہ
تقدیر اردو کی

ہر رنگ خوشبو میں
تاثیر اردو کی

ہر اک زبان نے کی
تشہیر اردو کی

سب اچھی لگتی ہیں
تحریر اردو کی

تہذیب کی حامی
شمشیر اردو کی

میں بھی سمجھتا ہوں
توقیر اردو کی

ہر شعر ہوتا ہے
جاگیر اردو کی

تعظیم کرتے ہیں
ہر پیر اردو کی

سورج قمر تارے
تنویر اردو کی

کتنی زبانیں ہیں
ہم شیر اردو کی

شاعر بناتے ہیں
تصویر اردو کی

اخلاق کی چادر
تطہیر اردو کی

منظور ہے عاصی
ہر تیر اردو کی

شناسِ ہَوا ہوں میں
عذابِ دیا ہوں میں

سپاس گزاری کا
مریدِ انا ہوں میں

قریب مرے مت آ
کمینہ برا ہوں میں

سبھی کو پتا ہے یہ
اسیرِ وفا ہوں میں

فراقِ جنوں میں اک
مشیرِ عزا ہوں میں

سفیرِ قضا کا بھی
رفیقِ قضا ہوں میں

فریبِ نظر میں عاصیؔ
یقینِ سزا ہوں میں

کچھ پاس بچا کیا ہے
سب تو ہے جدا کیا ہے

معلوم نہیں شاید
جاگیرِ وفا کیا ہے

محسوس نہیں ہوتا
عرفانِ انا کیا ہے

تاریخ اٹھا اور دیکھ
طوفانِ عزا کیا ہے

مجبور بتائیں گے
تلمیذِ ریا کیا ہے

پَر جانے پرندے کا
آزاد فضا کیا ہے

خود سوچ کے بول عاصیؔ
اب تک کے ملا کیا ہے

یار احساسِ غم گیا میرا
ٹوٹ سارا بھرم گیا میرا

چاند اب بھی چھپا ہے بادل میں
اس سے کہہ دو صنم گیا میرا

آبلوں نے خوش آمدید کہا
جس طرف بھی قدم گیا میرا

خون آنکھوں میں رقص کرنے لگا
اشکِ دستور تھم گیا میرا

سن کے آہٹ تمہارے قدموں کی
درد رنج و الم گیا میرا

اب کہ میں ہی رہ گیا باقی
روٹھ کر مجھ سے ہم گیا میرا

پیش آیا ہے سانحہ عاصیؔ
تھا لقب محترم گیا میرا

غزل

تند نظر مری ہائے ہائے
خاک نکالتی ہائے ہائے

یاد نہیں رہا بچپن مجھ کو
سب لے گئی صدی ہائے ہائے

لوگ اِدھر اُدھر گم سم بیٹھے
ایسی ہوا چلی ہائے ہائے

بختِ حزیں اٹھائے کاندھے پر
پھرتے رہے بدی ہائے ہائے

دید طلب حقیقت سے ہٹ کر
کہنے لگے سبھی ہائے ہائے

آگ لگانے نکلے بستی میں
جان بچانے بھی ہائے ہائے

فعل فعول فعلن عاصی سے
پوچھ رہے ہیں ذی ہائے ہائے

اس نے اکسیر سے محبت کی
میں نے شمشیر سے محبت کی

ہم لہو سے گریز کرتے ہو
کیسے ہم شیر سے محبت کی

رنگ نادیدہ سب نظر آیا
جب مزامیر سے محبت کی

جانتا ہوں جنابِ عالی نے
صرف توقیر سے محبت کی

تیرے کوچے میں آنے والوں میں
کس نے تعزیر سے محبت کی

فرطِ جذبات حق پسندوں نے
بد کی تفسیر سے محبت کی

اس لئے کامیاب ہوں عاصی
میں نے تعمیر سے محبت کی

زیر ہوں، یا خدا زبر کر دے
میرے ہر عیب کو ہنر کر دے

آج قانون توڑ دے ساقی
آج سب کے حباب بھر کر دے

گھر میں بچے ہیں منتظر یارب
میری ہر ہار کو ظفر کر دے

مجھ کو منظور ہے قضا لیکن
میرے محبوب کو خبر کر دے

تو غفور الرحیم ہے مولی
سب خطاؤں کو درگذر کر دے

بھوک نامی بلا مٹانے کو
نسلِ نو کو فلاسفر کر دے

کر عطا عاصیؔ کو ہنر جس سے
خشک آنکھوں کو خوب تر کر دے

چھوڑ دے مذہبی سیاست کو
مشورہ ہے مرا حکومت کو

گھر کے افراد تھک گئے ہوں گے
ہم چھڑائیں گے آپ کی لت کو

آپ عاشق کے روبرو اپنے
آؤ بیٹھو، سنو شکایت کو

اپنی بینائی بیچ کر آیا
اک دوانہ تری زیارت کو

اک فقط آپ نے نہیں سمجھا
میری خاموش سی محبت کو

جھیلنا ہوگا ان حسینوں کے
ناز نخرے ادا نزاکت کو

تیر تلوار نیزہ بھال عاصیؔ
ساتھ لایا ہے آج طاعت کو

درد و رنج و الم محبت کو

درد و رنج و الم محبت کو
ساتھ لایا ہوں میں شفاعت کو

گھر سے باہر نکال دیتے ہیں
آج کل لوگ اپنی جنت کو

اب تلک کوئی بھی نہیں سمجھا
اہلِ فٹ پاتھ کی ضرورت کو

جا رہا ہوں میں چھوڑ کر لیکن
''یاد رکھنا مری وصیت کو''

حیف صد حیف لٹ گیا عاصیؔ
حرفِ آخر سلام نیت کو

غزل

کرتا رہا تلاش بہارا نہیں ملا
دیدار دور تیرا اشارہ نہیں ملا

راہِ خدا سے لوٹ کے کیوں آ گئے ہو تم
"کس موڑ پر بتاؤ سہارا نہیں ملا"

میں چھوڑ آیا اس کی چکا چوندھ زینتیں
اردو کا جس وطن میں سپارہ نہیں ملا

وہ بھی تھا اپنے وقت کا شاعر بہت بڑا
مفلس تھا اس لئے ہی اُجارا نہیں ملا

کتنی عجیب بات ہے کتنا عجیب دور
کلمہ پڑھا گیا ہے چھوہارا نہیں ملا

دولت کے طلب گاروں کو لگتا ہے دیکھ کر
دریا تو مل گیا ہے کنارا نہیں ملا

عاصیؔ تلاش کرتا رہا عمر بھر مگر
اس کو تمہارے قرب کا تارا نہیں ملا

پاس عفّ جاں سپار کچھ بھی نہیں
حُسن سیرت عذار کچھ بھی نہیں

وقت کے ساتھ ڈھل گیا! باقی
زیب زینت نکھار کچھ بھی نہیں

اب کہ گلشن میں تیرے بن جاناں
پھول خوشبو بہار کچھ بھی نہیں

رند ساقی شراب خانے میں
قبر تربت مزار کچھ بھی نہیں

جانتا ہوں میں دسترس میں ترے
بام چوکھٹ دیار کچھ بھی نہیں

سامنے ہجرِ یار کے لوگو
آگ پانی بیار کچھ بھی نہیں

عاصیؔ ہاتھوں کی ان لکیروں میں
چاند سورج سیار کچھ بھی نہیں

دارِ مجنوں پہ دستور کا پہرہ دیکھا
میری آنکھوں نے حزیں وقت سنہرا دیکھا

تیرے کوچے سے نکلتے ہوئے ہر شخص کی یار
آنکھ میں اشک کے طوفان کو ٹھہرا دیکھا

حالِ سکرات میں جذباتِ عدو خم بکھرے
کربِ مژگاں کے پیچھے چھپا دہرا دیکھا

ذات کو اپنی کئی بار جھنجھوڑا لیکن
صرف تلمیذِ محبت کا ہی پہرہ دیکھا

کہکشاں وقت کی بکھری ہوئی دیکھی ہوگی
کیا کبھی حُسن کے سر درد کا سہرا دیکھا

مر گئی خواہشِ جنت مری جس دم گھر میں
مسکراتا ہوا ماں باپ کا چہرہ دیکھا

کم قیامت سے نہیں کوئی بھی لمحہ عاصی
خواب کمزور مگر نیند سے گہرا دیکھا

خونِ ناحق سے تر کفن میرا
کتنا مظلوم ہے بدن میرا

دیکھنے والے سارے کہتے ہیں
طشتِ ازبام ہے وطن میرا

کیا خبر تھی صنم دکھائے گا
میری اوقات پیرہن میرا

صرف اتنا ہی جانتا ہوں میں
میرا قاتل ہے ہم دہن میرا

چاند سورج سے دور رہتا ہوں
یعنی مشکل ہے یافتن میرا

بات ہوتی ہے جب کبھی تیری
نام لیتی ہے انجمن میرا

حسن والوں پہ ہے عیاں عاصیؔ
منفرد سب سے بانکپن میرا

شاخِ الفت پہ کبھی جھول نہ پائیں گے
کیا خبر تھی کہ وفا تول نہ پائیں گے

روٹھ جانے کے سبب تیرے یقیناً اب
پھول گلشن میں کوئی پھول نہ پائیں گے

اب صدائیں نہیں دیتے ہیں پرندے بھی
اس طرح باغ میں ہم اُول نہ پائیں گے

فیصلہ جھوٹ کا سچائی کا کیسے ہو
راستے ہوں گے مگر شُول نہ پائیں گے

سنگِ مرمر کی طرح چاند سے چہرے پر
ہم سمجھتے تھے کبھی دھول نہ پائیں گے

"طشتِ ازبام" یا "لااسم لہٗ" پڑھ کر
وہ ہمیں بھول کے بھی بھول نہ پائیں گے

جانتے تھے یہ وفادار جنوں عاصیؔ
پیار کے قصے کبھی طُول نہ پائیں گے

زندگی زندگی کو ترسے ہے
رہبری رہبری کو ترسے ہے

ظلم انسان نے کیا ایسا
چاندنی چاندنی کو ترسے ہے

اوج پر ہے اصولِ دیں لیکن
بندگی بندگی کو ترسے ہے

یوں تو دریا رواں دواں ہے مگر
تشنگی تشنگی کو ترسے ہے

بس ترنم کا بول بالا ہے
شاعری شاعری کو ترسے ہے

پھول اپنی ہنسی پہ روتا ہے
ہر کلی ہر کلی کو ترسے ہے

اسقدر دُور دَور نے ہے کیا
بے بسی بے بسی کو ترسے ہے

غزل

زندگی زندگی کو ترسے ہے

بزمِ یاراں سجائی جاتی ہے
دوستی دوستی کو ترسے ہے

رنگ خوشبو وفا خفا ہیں سبھی
نغمگی نغمگی کو ترسے ہے

سب تکبر میں جی رہے ہیں یہاں
عاجزی عاجزی کو ترسے ہے

سب کے گھر میں اجالا ہے لیکن
روشنی روشنی کو ترسے ہے

دورِ عشق و وفا کا ہے لیکن
دل لگی دل لگی کو ترسے ہے

سب کی تعلیم اعلیٰ ہے لیکن
سادگی سادگی کو ترسے ہے

راس آتی تھیں اہلِ خرمن کو
تیرگی تیرگی کو ترسے ہے

شکستہ حال نظارے بھی بات کرتے ہیں
شبِ فراق کے مارے بھی بات کرتے ہیں

اندھیری رات شرارے بھی بات کرتے ہیں
حسین صبح نگارے بھی بات کرتے ہیں

پہاڑ پھول کلی تتلیاں ہَوا شبنم
سنا ہے آپ سے تارے بھی بات کرتے ہیں

خیال وہم و گماں ولولہ فراوانی
ندی ندی کے کنارے بھی بات کرتے ہیں

فلک سے شام کی سرخی بھی بات کرتی ہے
گزرتی رات سکارے بھی بات کرتے ہیں

ہوائیں بلبلیں کوئل پپیہہ فاختہ مور
زبان بستہ اشارے بھی بات کرتے ہیں

نظارے تارے کنارے شرارے سارے ہی
جھجھک جھجھک کے نہارے بھی بات کرتے ہیں

غزل

لوگ آشوبِ آگہی کے غم

لوگ آشوبِ آگہی کے غم
بھول جائیں گے اس صدی کے غم

تیری الفت کے سائبان بنے
دردِ منصور، سرمدی کے غم

اب کہ محسوس تک نہیں کرتے
آدمی قلبِ آدمی کے غم

صاف تصویر میں جھلکتے ہیں
تیری صورت، مصوری کے غم

رخ پہ مفلس کے آرہے ہیں نظر
رسم، دستور، بے بسی کے غم

شمع جلتی ہے جب ابھرتے ہیں
نجم سورج کے چاندنی کے غم

آنکھ میں رقص کررہے ہیں مری
عاصیؔ شب روز روشنی کے غم

سبز شاداب نم سنہرا ہے
میری آنکھوں میں تیرا چہرہ ہے

خون آنکھوں سے بہہ گئے سارے
زخم خاموش دل کا گہرا ہے

رقص کرتے ہیں آنکھ میں آنسو
کیا ابھی بھی غموں کا پہرہ ہے

اب کہ طوفان سر جھکائے گا
سر پہ میرے دعا کا سہرا ہے

ایک مدت سے منتظر تیرا
کارواں اب تلک کے ٹھہرا ہے

آہ سنتا نہیں کوئی میری
لگ رہا ہے جہان بہرا ہے

کچھ حقیقت نہیں مری عاصی
خواب دیدہ ہے قلب دہرا ہے

اقرار ضروری ہے نہ انکار ضروری

اقرار ضروری ہے نہ انکار ضروری
میدانِ محبت میں ہے ایثار ضروری

تعمیرِ مساجد کے یہ معمار بتائیں
مسجد ہے ضروری کہ ہے مینار ضروری

واعظ کی نصیحت سے نہیں کوئی بھی مطلب
بس مے کو سمجھتا ہے یہ مے خوار ضروری

سب بیش بہا عمدہ زبردست ہے لیکن
سامانِ تجارت کو ہے بازار ضروری

معلوم ہے اور سب کو پتا بھی ہے کہ کتنا
دادار تجھے دِرہم و دینار ضروری

حصار بند نگہبانِ قُل کہاں ہوں گے
انا پرست عزیزِ بغل کہاں ہوں گے

گُہر شناس کو حاصل ہیں مرتبے سارے
اسیرِ حُسن سے ایسے عمل کہاں ہوں گے

شریف لوگ شبستاں میں سو گئے ہیں اگر
حریف صاحب شر مُبتذل کہاں ہوں گے

تلاش کرتا رہِ گا تمام عمر مگر
شجر ببول کا بویا تو پھل کہاں ہوں گے

غزل میں ذکر تمہارا اگر نہیں ہوگا
حسین لفظ تو ہوں گے رمل کہاں ہوں گے

اگر دِوانے سرِ دار مسکرائیں نہیں
تمہارے شوخ نزاکت خیَل کہاں ہوں گے

نسیمِ صبح میسر اگر نہیں ہوگی
چراغ جلتے رہیں گے کُشل کہاں ہوں گے

فقیروں سے غریبوں سے محبت کیوں نہیں کرتے
اگر ہو صاحبِ ثروت کفالت کیوں نہیں کرتے

سوال اپنی نئی نسلوں سے کرتا ہوں بزرگوں کی
اگر طالب ہو عزت کے تو عزت کیوں نہیں کرتے

دیا کرتے ہیں سب کو واسطہ رشد و ہدایت کا
سیاست داں مگر ویسی سیاست کیوں نہیں کرتے

معارف شیخ و واعظ تو سکھاتے ہیں بتاتے ہیں
مگر جب ان کی باری ہو قناعت کیوں نہیں کرتے

ابھرتے ہیں بہت سارے یہاں دستارِ زماں لیکن
کبھی مظلوم کا گریہ سماعت کیوں نہیں کرتے

ارادت زر مریدی ہے یا پھر سب بھول بیٹھے ہیں
علم بردار ملت کی حفاظت کیوں نہیں کرتے

پریشاں ہوں پشیماں ظلم سہہ کر بھی حکومت کی
یہاں پر منتظم عاصی شکایت کیوں نہیں کرتے

معصوم کہاں کہاں ملے گا
وعدہ ہے کہ آسماں ملے گا

احساس اگر ہے دردِ دل کا
ہم وصلِ دھواں دھواں ملے گا

مسمار سہی وہاں رُکا اک
ہمدم مرا کارواں ملے گا

صادر ہے الگ الگ الم دار
ہر اک سرِ عام داں ملے گا

ہر کوئی رہِ سلام کا ہی
گُل طورِ گماں سداں ملے گا

محسوس کسی کسی کو ہوگا
ادراک مگر کہاں ملے گا

اسرارِ ورا ہر اس عاصیؔ
اس کے سوا گُل کلاں ملے گا

دست بستہ تری طلعت کے خزانے نکلے
تفت مصدر و عزیمت کے فسانے نکلے

جس گھڑی کھو داز میں دفن زمانے نکلے
اپنی تہذیب و تمدن کے ترانے نکلے

آسماں خلد کی سوغات دکھائے لیکن
یہ الگ بات کہ دیوانے لٹانے نکلے

میرے ہر راز سے واقف تھے، کھنگالا جس دم
نئے دشمن مرے سب یار پرانے نکلے

کاش رکھتا ہی نہیں پاس میں یادیں تیری
بس یہی کہتے ہوئے تیرے دِوانے نکلے

چھوڑ کر اپنا سکوں چین دِوانے اپنے
بے خبر گھر سے، ترے عیب چھپانے نکلے

فتح پانے کی طلب دیکھ کے دشمن کی مرے
مرے جذبات مجھے روز ہرانے نکلے

جب کبھی سوختہ دل گریہ کناں ہوتا
رسم دستور سے آزاد دھواں ہوتا ہے

تیری یادوں کے تسلسُل سے شکستہ دل پر
شام ہوتے ہی نیا زخم رساں ہوتا ہے

کون رکھتا ہے بھرم اہلِ جنوں کا دیکھیں
کون ممنون دعاؤں کا نشاں ہوتا ہے

مسکراہٹ کی ردا اوڑھے ہوئے محفل میں
دل میں ہر شخص کے غم درد نہاں ہوتا ہے

سخت بارش بھی تڑپ جاتی دہل جاتی ہے
ناتواں چشم سے جب اشک رواں ہوتا ہے

یاد آتے ہی تری جانِ ادا جانِ غزل
سبز شاداب نظاروں کا گماں ہوتا ہے

یہ حقیقت ہے جسے عاصی سمجھتے سب ہیں
بعد مرنے کے ہی کردار عیاں ہوتا ہے

تمام گل تو کسی ایک گلِستان کا ہے
کمال است زبردست خاندان کا ہے

نہ خوف کھاؤ حکومت کی شرپسندی سے
قصور اصل پشیمان خُفتگان کا ہے

صمیمِ قلب سے ملتا نہیں کوئی اب تو
جسے بھی دیکھو طلبگار شائِگان کا ہے

شکار اپنی وصیت سے آشکار نہیں
حصار بند نِگہبان واضِعان کا ہے

جدا راک نئی تہذیب کی کھڑی کرنا
یہ فیصلہ تو اخوت کا ہمزبان کا ہے

ہر ایک شعر پہ تعریف کرنی ہی ہوگی
تخیلات شری مان صاحبان کا ہے

زمانے والوں کو عاصیؔ زمانہ بتلا دو
کہ محرمان قدردان مخلصان کا ہے

خطا کار تیرا نِگہدار ٹھہرا
صفی، پاک دامن، گنہگار ٹھہرا

دیارِ انا تک جو پہنچا نہیں ہے
وہی سب سے اعلیٰ پرستار ٹھہرا

چھپاؤ گے کس سے یہ سب جانتے ہیں
ترا شیخِ اعظم طلبگار ٹھہرا

جونہی دیکھی بازار کی تیرے رونق
محبت کا تاجر خریدار ٹھہرا

زیاں دینے والا ہی کیوں کر بتاؤ
تمہاری نگاہوں میں انصار ٹھہرا

کیا جس نے بیدار سوئے ہوؤں کو
وہی شخص معزور و بیزار ٹھہرا

پڑھے اور سنے جس نے عاصی کے اشعار
محبت میں تیری گرفتار ٹھہرا

ایک درویش مجھے روز صدا دیتا ہے
ایک لقمے کے بدل ڈھیر دعا دیتا ہے

درد ہر سانس کا احساس بڑھا دیتا ہے
تیرے دیدار کی امید جگا دیتا ہے

تیرے دیدار کا مشتاق ہے مرنے والا
پاس بیٹھا ہے جو بس پانی پلا دیتا ہے

لوگ کہتے ہیں ترے شہرِ بیاباں میں صنم
اک مسیحا ہے جو ہر غم کی دوا دیتا ہے

مضطرب قلب لئے پھرتا ہے صحرا صحرا
خود کو مجنون محبت کی سزا دیتا ہے

ایک تُو ہے جو شکایت مری کرتا ہے سدا
جبکہ دشمن مجھے اعزازِ وفا دیتا ہے

عاصؔی دھندلا ہوا منظر تری تصویر! مری
آنسوؤں سے بھری آنکھوں میں بنا دیتا ہے

بارِ الفت اٹھا کے دیکھ لیا
ہجر کا زخم کھا کے دیکھ لیا

ہاتھ خالی جہاں سے جانا ہے
زندگی بھر کما کے دیکھ لیا

ڈر اندھیروں کو ہے اندھیروں سے
اپنا گھر خود جلا کے دیکھ لیا

میں نے قرطاس پر مقدر کے
نام تیرا لکھا کے دیکھ لیا

تیری دہلیز پانے کی خاطر
شان و شوکت لٹا کے دیکھ لیا

سوکھ جائیں نہ اشک آنکھوں میں
اس لئے دل لگا کے دیکھ لیا

درد و غم سے وفاؤں سے عاصیؔ
میں نے رشتہ نبھا کے دیکھ لیا

چاہتے ہیں حرم بنانے کو

چاہتے ہیں حرم بنانے کو
تیری دہلیز آستانے کو

جاں کفِ دست پر لئے آیا
داستاں ہجر کی سنانے کو

تیرے قدموں کی ہے طلب آخر
سوختہ بخت آشیانے کو

دست بستہ کھڑے ہیں یار مرے
میری فطرت کو آزمانے کو

چاہیئے اشک پھر ندامت کے
بُغض کی آگ کو بجھانے کو

تیغ پر سر رکھا دوانوں نے
آبروِ عشق کی بچانے کو

تیری قربت میں آتے ہی عاصیؔ
راستہ مل گیا زمانے کو

چھوڑ کر راحتِ دنیا کو ڈوارے سارے
آ گئے اہلِ جنوں درد کے مارے سارے

سر سے ڈوپٹہ سرکنے نہیں دینا ورنہ
چرخ سے جھانک کے دیکھیں گے ستارے سارے

حرصِ دولت میں مجھے چھوڑ کے جانے والوں
منتظر اب بھی ہیں گاؤں کے نظارے سارے

جن کو اپنا میں سمجھتا تھا انہیں نے آخر
توڑ کر دل مرے احسان اتارے سارے

دو قدم اور مجھے چل کے دکھاؤ آگے
چھین کر میرے وہ کہتے ہیں سہارے سارے

چند سکّوں کے عوض بیچ دی ملت کی انا
توڑ ڈالے تو نے ارمان ہمارے سارے

رسم و دستور کی پٹی ہے چڑھی آنکھوں پر
پھر بھی کچھ لوگ سمجھتے ہیں اشارے سارے

کر رہا ہے تلاش وِس کس کا
اتنا خاموش منقرِس کس کا

دوش پر اپنے لے کے پھرتے ہیں
لوگ صبح و مسایہ رِس کس کا

ساتھ رہتا ہے رات دن تیرے
ایک سایہ ہمہ سرِس کس کا

رقص کرتا ہے اپنی مستی میں
تیرے چہرے پہ منعکِس کس کا

اب کنواں خود ہی ڈھونڈ لیتی ہے
کرتی ہے انتظار تِس کس کا

جانتے ہیں یہ جاننے والے
راہ تکتی ہے منجلس کس کا

آج بتلائے گا تمہیں عاصیؔ
ہے ارادہ یہاں نجس کس کا

خدمتِ خلق کی نیت سے سیاست کرنا
میں نے اسلاف سے سیکھا ہے فصاحت کرنا

شام ہوتے ہی جلا دیتا ہوں اپنے دل کو
سیکھ رکھا ہے چراغوں سے قناعت کرنا

رسم و دستور نہ تھا میرے قبیلے کا کبھی
سر جھکا کر کسی پتھر پہ عبادت کرنا

اب لکھوں بھی تو بھلا کیسے! یہ جدت کے سبب
بھول بیٹھا ہے مرا ہاتھ کتابت کرنا

اپنے اسلاف بزرگوں کی نصیحت سن کر
اب جوانوں کو نہیں آتا ندامت کرنا

میرے بچوں مری تربت پہ مرے بعد سنو
جب بھی موقع ملے قرآں کی تلاوت کرنا

ہم بھلا کیسے کریں ظلم و غلامی جبکہ
رسمِ اسلام ہے انصاف و قیادت کرنا

تمام لوگ ملے مرزبانِ اشہد تک
نبھائے ساتھ بھلا کون میرا مرقد تک

کہاں رہے گا بھلا یاد آج کل ہم کو
نہیں ہے یاد ہمیں زندگی کا مقصد تک

تمہاری شوخ ادا کا جواب لا نہ سکے
اگرچہ سیکھ لیا ہم نے علمِ ابجد تک

جلائے پھرتے ہیں اہلِ جنون اہلِ خرد
خلوص و پیار وفا کا چراغ مشہد تک

نقاب رخ سے ہٹایا ہواؤں نے تیرے
دوانے جائیں گے مقتل میں آج کس حد تک

اسیرِ عشق ہیں احساس تک نہیں ہوگا
چڑھے ہیں دار پہ منصور شمس سرمد تک

مجھے یقین ہے اپنی دعا پہ اے عاصیؔ
خدا کے فضل سے پہنچوں گا حجرِ اسود تک

نظر نظر میں نظاروں میں نذر میں تم ہو
خزاں خزاں میں بہاروں میں حذر میں تم ہو

یہاں وہاں پہ جہاں تک رسائی تھی دیکھا
قمر قمر میں ستاروں میں ابر میں تم ہو

سخن وروں کی اٹھا کر حیات دیکھا تو
ہزل غزل میں اشاروں میں نثر میں تم ہو

تمہارے قرب سے آ کر ہوا بتاتی ہے
اگر مگر میں شراروں میں صبر میں تم ہو

بیاں کروں میں صفت کیسے یہ بتاؤ نا
کلی کلی میں ہو خاروں میں بذر میں تم ہو

انا غرور تکبر گھمنڈ میں ناز میں بھی
وفا جفا میں ثساروں میں فخر میں تم ہو

یہی بتانے تو آتے ہیں خواب میں عاصیؔ
گلی گلی میں گزاروں میں قصر میں تم ہو

وفا پرست وفادار یار ہونے کا دکھ
سمجھ رہا ہوں میں سینہ فگار ہونے کا دکھ

وہ جس کو کان ہیں افسوس کہہ نہیں سکتے
منافقین کے گھر کی جدار ہونے کا دکھ

مرے صنم نے چمن چھوڑا جس گھڑی تب سے
بہار کو بھی ہے اپنے بہار ہونے کا دکھ

کلی کو پھول کو سب نے پسند کیا لیکن
نہیں ہے خار کو اپنے یہ خار ہونے کا دکھ

ہوا ہے ایک زمانہ مگر زمانے کو
ابھی تلک کے ہے دریا سے پار ہونے کا دکھ

اداس اشک سے اہلِ جنوں کے تر تیرا
سسک سسک کے بتائے دیار ہونے کا دکھ

کسے سنائیں گے عاصیؔ بتاؤ کون سنے
جنونِ شوق میں خود بے قرار ہونے کا دکھ

نکلے ہیں ڈھونڈنے کے لئے چار یار لوگ
ملتے کہاں ہیں اب کہیں با اعتبار لوگ

دنیا کے حکمران سکندر سے پوچھئے
کیوں رقص کر رہے ہیں یہاں اشکبار لوگ

بندہ نہیں ملے گا عبادت میں ایک بھی
یوں تو بہت ملیں گے تمہیں شب گزار لوگ

آخر کہ بات کیا ہے مجھے بھی بتاؤ، کیوں؟
کوچے میں تیرے آتے ہیں ہونے شکار لوگ

ہیں کون لوگ اور یہ کس جا سے آئے ہیں
پھرتے ہیں اپنے دوش پہ لے کر جو بار لوگ

اہلِ جنوں کی بستی ہے محنت کریں جناب
میدانِ عشق میں نہیں مانیں گے ہار لوگ

عاصیؔ کہاں سے لاؤں میں مٹی کا کھلونا
شہرِ انا میں باقی نہیں ہیں مہار لوگ

کیسے بتاؤں جان کہ کیا کیا ملا مجھے
دکھ درد غم فراق لقب بے وفا مجھے

تسطیر شعر نظم تو اردو ہزل غزل
تلمیذِ عشق کا ہی لگے مسئلہ مجھے

سورج قمر ستارے زمیں چرخ کہکشاں
صورت میں تیری آئے نظر با خدا مجھے

ندی چمن بہار کلی پھول اور خزاں
ہر دن سنا رہے ہیں ترا واقعہ مجھے

عنبر گلاب عود حنا مشک موگرا
کہتے ہیں تیرے نام سے صد مرحبا مجھے

دریا پہاڑ پیڑ سمندر ہوا ندی
تیری طرف بلائے عدم قافلہ مجھے

شاید پتا نہیں ہے کہ بیمارِ عشق ہوں
کیسے یہ دے گا عاصیؔ مسیحا شفا مجھے

کیوں نہ آئی یاد اپنے پیر کی

کیوں نہ آئی یاد اپنے پیر کی
جب وصیت آپ نے تحریر کی

اشک باہر آ گیا تھا آنکھ سے
دیکھتے ہی دیکھتے تصویر کی

جام عرفاں کا پلا کر آپ نے
نعرۂ تکبیر کی تفسیر کی

آ گئے وارث ہزاروں دوڑ کر
جب محبت آپ نے تشہیر کی

غزل

دانستہ شری آگ میں دہکائے گئے ہم

دانستہ شری آگ میں دہکائے گئے ہم
بے جرم سدا دار پہ لٹکائے گئے ہم

افسوس شکایت نہیں کر سکتے کسی سے
جب وقت پڑا اپنوں سے للچائے گئے ہم

تاریخ کے اوراق حزیں سرخ ملیں گے
تلمیذِ وطن ہو کے بھی جھٹلائے گئے ہم

اعلان قبیلے کا ہے دستار بچاؤ
بس اس لئے ٹکڑوں میں وطن لائے گئے ہم

ہر ذرہ چمکنے لگا جب دستِ بلا کا
ہر موڑ پہ ہر گام پہ تب پائے گئے ہم

صد حیف کہ نقشہ ہی زمانے کا الگ تھا
تہذیب و تمدن لئے جب ہائے گئے ہم

ہے کون گنہگار یہ منصف کو پتا ہے
پر عاصی جداروں میں تو چنوائے گئے ہم

ایک دن دیکھنا احساسِ بلا لکھے گی
''میرا نوحہ انہی گلیوں کی ہوا لکھے گی''

مجھ کو معلوم نہیں تھا کہ کبھی ایسا ہوگا
میری قسمت ترے ہاتھوں پہ حنا لکھے گی

داستاں غم کی سنانا نہیں ورنہ دنیا
مضطرب دل کو عزادارِ ریا لکھے گی

تیرے ماتھے پہ الم خوب عیاں ہوگا جب
نام کے آگے وہ ناسورِ وفا لکھے گی

چشمہ آنکھوں سے تعصب کا ہٹا کر، اردو
تجھ کو تاریخ محبت کی شفا لکھے گی

میری آنکھوں سے امڈتے ہوئے اشکوں سے
رات افسانہِ دستورِ دغا لکھے گی

منتظر عاصی شکایت نہیں کرتا لیکن
شاعری جنبشِ احساسِ رسا لکھے گی

شہرِ معشوق میں نصرت نہیں ملنے والی
چھوڑ کوشش تجھے عزت نہیں ملنے والی

ایک تصویر بنا کر کے مصور اپنی
خود سے کہتا ہے کہ صورت نہیں ملنے والی

آئینہ یاد رہے سچ کے توسل سے تجھے
حسن ملتا ہے محبت نہیں ملنے والی

دیکھ صحرا میں مسافر نہ خوش ہو سایہ
آتشِ عشق سے راحت نہیں ملنے والی

نوچ کر چھالوں کو ہاتھوں سے سفر جاری رکھ
قبر تک چلنے سے فرصت نہیں ملنے والی

آنکھ تسلیم نہیں کرتی مگر دل کہتا ہے
بزم میں یار کی قربت نہیں ملنے والی

لوگ بیٹھے ہیں وفا کی لئے میت عاصیؔ
شہرِ جاناں ہے مروت نہیں ملنے والی

محروم ہے فرقت سے عزادار بہت ہے
یہ دل ترے اقرار سے بیزار بہت ہے

خاموش رہو کچھ نہ کہو جانِ تمنا
ہونٹوں پہ تبسم ہے یہ اظہار بہت ہے

مانا کہ اندھیرا تمہیں اچھا نہیں لگتا
پر اتنا سمجھ لو کہ وفادار بہت ہے

آتے ہی تری یاد چھلک جاتا ہے فوراً
آنسو جسے کہتے ہیں مکار بہت ہے

سر تن سے جدا ہو گیا تو غم نہ مناؤ
ثابت ہے قبیلے کی یہ دستار بہت ہے

اب اور نہ ڈالو کہ کمر ٹوٹ ہی جائے
خم دوش پہ ہلکی سی ردا، بار بہت ہے

شاید تری یادوں کا بڑا بوجھ ہے! عاصیؔ
کمزور شکستہ حزیں بیمار بہت ہے

غزل

خوشبو ہے کہیں اور کی ازبار کہیں کے

خوشبو ہے کہیں اور کی ازبار کہیں کے
خَلوت میں ترے ٹھہرے ہیں معیار کہیں کے

تہذیب و تمدن کا گلا گھونٹ رہے ہیں
اس پار کہیں اور کے اُس پار کہیں کے

کچھ خاص نہیں پھر بھی نیابت میں دِوانے
دانستہ کھڑے روتے ہیں دو چار کہیں کے

بے وقت اٹھا کرتے ہیں طوفان وفا کے
ہیں یار وفادار حزیں زار کہیں کے

دستور کی عینک سے نظر آئے گا سارے
غدار کہیں کے ہیں وفادار کہیں کے

اخلاق سے کردار سے نظر آتے ہیں اغیار
ہمدرد کہیں کے ہیں طرفدار کہیں کے

میخانے کے دستور سے واقف نہیں عاصؔی
ساقی بنے بیٹھے ہیں جو میخوار کہیں کے

خلوت میں ترے ساتھ پشیمان بہت ہیں
اغیار مجھے دیکھ کے حیران بہت ہیں

اقبالؔ کے غالبؔ کے وفاؔ میرؔ جگرؔ کے
الماری میں رکھے ہوئے دیوان بہت ہیں

یہ بات الگ ہے کہ ہماری نہیں بنتی
لیکن کمیں ہم سائے کے احسان بہت ہیں

چہرے سے اٹھاؤ ابھی پردے کو خدارا
''مجھ جیسے محبت میں پریشان بہت ہیں''

اب اور نہ تڑپاؤ کہ دل ٹوٹ ہی جائے
سینے میں مرے پہلے سے طوفان بہت ہیں

جن پر کبھی ہوتا تھا دوانوں کا تماشہ
اب وہ سبھی راہیں حزیں ویران بہت ہیں

بن تیرے گزر جائے گی یہ شام بھی عاصیؔ
مانا کہ عزاداری میں نقصان بہت ہیں

کبھی سوال ہوئے اور کبھی جواب ہوئے
مری حیات کی تم حاصلِ کتاب ہوئے

تمہارے واسطے پیروں کے آبلے گن کر
عجیب طرز سے محفل میں انتخاب ہوئے

تمہارے آنے کی جھوٹی سہی مگر جاناں
خبر سنی تھی کہ بیمار فیض یاب ہوئے

نہ جانے کون سے صحرا میں پھر رہے ہونگے
کئی برس ہوئے مجنوں دستیاب ہوئے

کہیں نہیں ملا تاریخ کی کتابوں میں
وفا پرست وفادار کامیاب ہوئے

دوانے کوچے میں سیلاب کی طرح آئے
زمانے بعد جہاں آپ چندر باب ہوئے

تمہارے شعر تغزل کے آسمانوں پر
سنا ہے عاصی کہ مہتاب آفتاب ہوئے

زندگی کو بنانے ظفر زندگی
چھوڑ کر چل دے پیشتر زندگی

ایک تاجر نے پوچھا ملے گی مجھے
کیا کہیں زرعوض مختصر زندگی

زندگی سے بہت ہے شکایت مگر
کوئی جاتا نہیں چھوڑ کر زندگی

رو رہی ہے غریبی کی چوکھٹ پہ کیوں
اپنے حالات پر اسقدر زندگی

ہم نے دیکھا کئی بار ہوتے ہوئے
موت کے سامنے بے اثر زندگی

قرب بیٹھے ہیں سارے اقارب مگر
کتنی مجبور ہے سیج پر زندگی

لوگ افسوس عاصی کریں گے بہت
لوٹ کر جائے گی جب بھی گھر زندگی

غزل

زندگی ہووے گی گلزار بہت مشکل ہے
اب شفا پائے گا بیمار بہت مشکل ہے

رشتے داروں سے محبت نہ پڑوسی سے وفا
قوم ہو جائے گی بیدار بہت مشکل ہے

دور جدت نے کیا ہم کو ہمی سے اتنا
لوٹ کر آنا مرے یار بہت مشکل ہے

جانتا ہوں میں مری جان خطا کرنے کے بعد
تجربہ ہے مجھے اظہار بہت مشکل ہے

تیری یادوں نے کمر توڑ دی ایسی میری
اور اٹھاؤں میں ذرا بار بہت مشکل ہے

حوصلہ اب بھی دوانوں کا ذرا پست نہیں
یوں تو بولے ہیں سمجھدار بہت مشکل ہے

جن کے ہاتھوں میں سدا رہتا ہے گیجٹس عاصی
اب اٹھائیں گے وہ تلوار بہت مشکل ہے

زندگی ہووے گی گلزار بہت مشکل ہے

آرزو ہے کہ ہر اسان کیا جائے کبھی
حُسنِ مغرور کو خجلان کیا جائے کبھی

دو قدم رسم سے آگے نہیں چل سکتے کیا
عزمِ طوفاں کا بھی سمان کیا جائے کبھی

صرف باقی ہیں سسکتی ہوئی سانسیں ہی مگر
لوگ کہتے ہیں کہ کچھ دان کیا جائے کبھی

ہم نے سوچا ہی نہیں اور نہ خیال آیا ہمیں
شمسِ احسان پہ احسان کیا جائے کبھی

یاد رکھنا کہ قبیلے کا یہ دستور نہیں
اپنی طاقت پہ ابھیمان کیا جائے کبھی

داغِ صحت ہے کمیدان یہ معلوم نہیں
ناتواں شخص کو حرمان کیا جائے کبھی

منتظم عاصی شرارت کے سوا کچھ بھی نہیں
جان کر کارِ سفیہان کیا جائے کبھی

دھوکہ فریب خود سے ہی کھائے گا وہ کبھی
گھر اپنا ہاتھ سے ہی جلائے گا وہ کبھی

آزاد قیدِ غم سے جواب تک نہیں ہوا
بیدار عمر بھر نہ ہو پائے گا وہ کبھی

جس نے تمام رندوں کے پیمانے بھر دئے
کس کو یقین تھا کہ پلائے گا وہ کبھی

ایسے سنا رہا تھا فسانہ تمام رات
جیسے فسانہ اب نہ سنائے گا وہ کبھی

جاتے ہوئے پلٹ کے بھی دیکھا نہیں مجھے
”ممکن نہیں ہے لوٹ کے آئے گا وہ کبھی“

محفل میں دیکھ کر اسے حیرت ہوئی بہت
لگتا نہیں تھا درد بھلائے گا وہ کبھی

اے کاروانِ شعر و ادب کوچے میں ترے
کہتے ہیں جس کو عاصی جی آئے گا وہ کبھی

دھوکہ فریب خود سے ہی کھائے گا وہ کبھی

سسک سسک کر کبھی سویرا نہیں کروں گا
کرید کر اپنا زخم گہرا نہیں کروں گا

اصولِ عشق و وفا سے واقف نہیں ہوں لیکن
میں بھول کر بھی کبھی بسیرا نہیں کروں گا

تجھے پتا ہے خبر ہے تجھ کو یقین بھی ہے
میں نوش ہرگز تری مدیرا نہیں کروں گا

کسی بھی محفل کسی بھی مجلس میں آج کے بعد
قسم سے تیری میں بد وطیرہ نہیں کروں گا

کبھی کسی سے کہیں بھی کوئی تری شکایت
لگا دے چاہے کثیر پہرا نہیں کروں گا

تمہارا حسن و جمال مجروح ہوگا جاناں
دیا بجھا کر اگر اندھیرا نہیں کروں گا

ترے ہی شعروں میں عاصیؔ دوہے کو ڈھونڈ لوں گا
تلاش لیکن نیا کبیرؔا نہیں کروں گا

رنج و غم دکھ ملال کیا ہے
یہ بتاؤ کہ حال کیا ہے

سب نے خود سے زبان کاٹی
اس میں تیرا کمال کیا ہے

دیکھتی ہے حرام دولت
میرے آگے حلال کیا ہے

جانتا ہوں میں پوچھ لے جو
قال کیا انتقال کیا ہے

میں نے دیکھا ہے صبح ہوتے
تیرا حسن و جمال کیا ہے

ماں کے قدموں کی خاک ہے یہ
سامنے اس کے مال کیا ہے

جیب سے گر نہ جائے عاصیؔ
چاک تیری سنبھال کیا ہے

مجھ سے اب تک ہراس ہے کیا
اب بھی باقی بھڑاس ہے کیا

بے خیالی میں نام لے لیا
عشق کی یہ اساس ہے کیا

ساقی اہلِ فراق سے پوچھ
اصل ہوش و حواس ہے کیا

آج نظریں چرا رہی ہو
کیا کوئی آس پاس ہے کیا

چھپ گیا چاند ابر میں کیوں
آج وہ بھی اداس ہے کیا

اسقدر دور دور کیوں ہو
مجھ سے کوئی تراس ہے کیا

لوگ عاصی سے پوچھتے ہیں
پھر نیا اقتباس ہے کیا

جان دینے کے لئے تیار بیٹھے ہر جگہ

جان دینے کے لئے تیار بیٹھے ہر جگہ
سن کے سیرت دیکھ صورت تیری کل اہلِ زماں

عیش و عشرت قصرِ جنت کر کے دولت کو ہبہ
تیرے پیچھے پھر رہے ہیں بادشاہت کے لئے

کچھ طریقت کچھ شریعت کچھ حقیقت دیکھ کر
تیرے سارے ہو گئے ہیں سلطنت والے سبھی

چاند سورج چرخ تارے پھول خوشبو رنگ و بو
ساتھ تیرے ساتھ میرے دور تک چلتے رہے

قبر محشر خلد دوزخ اجر بخشش نیک و بد
ایک وہ ہے ایک میں ہوں ایک تو ہے اور کیا

غزل

کہتے ہیں آتے جاتے یہی بس رقیب لوگ

کہتے ہیں آتے جاتے یہی بس رقیب لوگ
ہم سے کہاں ملیں گے تمہیں خوش نصیب لوگ

پھرتے ملیں گے سارے شفا کی تلاش میں
دن رات صبح و شام بے چارے طبیب لوگ

آندھی چلی ہے ایسی کہ سب خاک ہو گیا
پھر بھی وہیں ڈٹے رہے سارے غریب لوگ

مدت سے خوب ظلم و ستم کر رہا تھا تو
آئیں گے کیسے تیرے بتا اب قریب لوگ

پہلے خدا کے نام سے قربان ہوتے تھے
قیمت کی بات کرتے ہیں اب کے خطیب لوگ

کوئی کسی سے بات بھی کرتا نہیں صنم
رہتے ہیں تیرے شہر میں سارے عجیب لوگ

دامن کو تھامے رکھنا کبھی چھوڑنا نہیں
مشکل سے عاصیؔ ملتے ہیں اب یہ نجیب لوگ

کوچا ترا ہی ہو گا حرم جس کو کہتے ہیں

کوچا ترا ہی ہو گا حرم جس کو کہتے ہیں
مجھ کو یقیں ہے تو ہے صنم جس کو کہتے ہیں

زخموں سے بہتے خون بھی آئے نہیں نظر
کیا کوئی بت ہے لوگ صنم جس کو کہتے ہیں

ہر بار میں بھٹک کے ہوں پہنچا تری گلی
کیا وہ یہی ہے ملکِ عدم جس کو کہتے ہیں

تاریخ پڑھ کے دیکھئے کچھ انقلاب کی
شمشیر پر ہے بھاری قلم جس کو کہتے ہیں

دیوانے ہی بتائیں گے کیا چیز ہے تمہیں
اپنی زباں میں ظلم و ستم جس کو کہتے ہیں

معصوم ہو! کوئے یار میں تم جانتے نہیں
دکھ درد غم الم ہے کرم جس کو کہتے ہیں

عاصیؔ شبِ فراق میں لذت لئے ہوئے
آیا خیالِ یار الم جس کو کہتے ہیں

دور سے آنکھ ملاتے ہو چلے جاتے ہو
دل میں ارمان جگاتے ہو چلے جاتے ہو

اب شکایت بھی نہیں کرتے کسی کی کوئی
حسرت و یاس دکھاتے ہو چلے جاتے ہو

ساتھ آنے کے لئے کہتے نہیں ہو ہم سے
عزمِ بالجزم سناتے ہو چلے جاتے ہو

آج کل آپ بتاتے نہیں باتیں دل کی
اشکِ غلطاں کو گراتے ہو چلے جاتے ہو

مطلبی سمجھوں وفادار کہ ظالم سمجھوں
ربط و ترتیب نبھاتے ہو چلے جاتے ہو

خوش عقیدت سے یہی سوچتا رہتا ہوں سدا
خفتہ بختی مری آتے ہو چلے جاتے ہو

سرد کاری کی طرح یاد یں ہیں ساری عاصیؔ
ان سے کہہ دو کہ چلاتے ہو چلے جاتے ہو

کوئی شکوہ گلہ گُہار نہیں

کوئی شکوہ گلہ گُہار نہیں
اب مجھے کس کا انتظار نہیں

یوں تو موسم بہار کا ہے مگر
بن ترے سچ کہوں بہار نہیں

آئینہ گر سے کہہ دو گھر جائے
یہ خموشاں کوئی دیار نہیں

اشک پیتے ہیں غم کو کھاتے ہیں
شہرِ جاناں میں روزگار نہیں

تیری نظروں سے سب شکار ہوئے
بختِ صیاد میں شکار نہیں

میں نے ڈھونڈا جگہ جگہ جا کر
ملے کمہار پر مہار نہیں

داستاں سن کے عاصی محفل میں
مضطرب کون بے قرار نہیں

جاری رہا سفر مرا رستہ سمیٹ کر

جاری رہا سفر مرا رستہ سمیٹ کر
منزل سے بے خبر تھا ارادہ سمیٹ کر

عینک اتار کے متعصِب نے رکھ دیا
افسوس پھر بھی پیار کو رکھا سمیٹ کر

زنبیل میں بچا کے کبھی کچھ نہیں رکھا
اعلیٰ سمیٹ کر نہ ہی ادنیٰ سمیٹ کر

تاریکیوں کی ہوگی نوازش! رکھے اگر
روشن چراغ اپنا اجالا سمیٹ کر

محفل ہوئی تمام سبھی نے ہے رکھ دیا
رکھ دے اے عاصؔی تو بھی مقالہ سمیٹ کر

تمام زخم کو دل میں دبا کے کیا کرتے

تمام زخم کو دل میں دبا کے کیا کرتے
قسم تمہاری وفادار کھا کے کیا کرتے

تمام راہیں وہیں تھیں تمام لوگ وہیں
تو ہم اکیلے بتاؤ تو جا کے کیا کرتے

کدورتوں کے سمندر میں تھی پھنسی کشتی
تمہی بتاؤ صدا ہم لگا کے کیا کرتے

ریا نمود انا کی ہوا چلی ایسی
ہم اپنے سوگ کا دامن بچا کے کیا کرتے

ہر آنے والے ملوث تھے غم میں جب تیرے
دوانے اشکِ عزیمت بہا کے کیا کرتے

زبان اپنی تھی اور ہونٹ دانت بھی اپنے
ہم اپنی قوم کا ماتم بپا کے کیا کرتے

سخنوروں کا لہو ہے غزل کی رگ رگ میں
حریفِ اردو کو عاصی سنا کے کیا کرتے

صد بار راہبر سے رضا مانگتے رہے
تفہیمِ دل فریب قضا مانگتے رہے

مخروطِ متدیر مفاہیم قارعہ
امید گاہ درس حیا مانگتے رہے

فردوسِ گم شدہ حدِ ناموس بستگی
عزلت پسند قافِ قبا مانگتے رہے

بستہ دہن فتور مچائیں گے دیکھنا
حاشاک خوف ناک قضا مانگتے رہے

مدت سے جرمِ عشق کی رو رو کے اہلِ غم
ظلمت کدہ میں کس سے سزا مانگتے رہے

دانا ہوا تھا آہ کی لذت سے فیضیاب
نادان درد دل کی دوا مانگتے رہے

فرمانِ قتلِ عام عزادارِ بے کراں
عاصیؔ حصار بند صدا مانگتے رہے

آج مجنوں کا رنگ اجاڑ میں ہے
عشق شاید خزاں کی آڑ میں ہے

میں نے دیکھا ہے ماں کی ممتا میں
جس قدر حوصلہ پہاڑ میں ہے

ایسا لگتا ہے دیکھ کر موسم
بختِ صیاد آج تاڑ میں ہے

دھوپ میں جل کے مسکرانے کا
فن تو ماں باپ اور جھاڑ میں ہے

کل جو دیوار میں بنی تھی وہ
آج دیوار خود دراڑ میں ہے

جس سے پائی تھی روشنی میں نے
وہ کتاب اب کہیں کباڑ میں ہے

لطف ہے صرف پیار میں عاصی
بغض میں کچھ نہ مار دھاڑ میں ہے

قصرِ ہارون اماں دار میں دیکھا گیا ہے
جب سے بہلول کو دربار میں دیکھا گیا ہے

کیا کہیں پھر سے کسی بیٹی کی ڈولی ٹھہری
آج دستار کو بازار میں دیکھا گیا ہے

دستہ بستہ ہیں کھڑے لوگ پریشان بھی ہیں
آج ظالم کو مددگار میں دیکھا گیا ہے

وقت حالات مصائب سے نہ گھبراؤ کبھی
وقت کا سورما منجدھار میں دیکھا گیا ہے

جس سے بدنام ہو کرنا نہ شرارت ایسی
شہر کو گنبد و مینار میں دیکھا گیا ہے

ڈھونڈنے والوں نے ڈھونڈا ہے بہت پر نہ ملا
کس کا سایہ تھا جو بیمار میں دیکھا گیا ہے

آج سورج نے لی انگڑائی کدھر سے لوگو
منتظرِ عاصیؔ وفادار میں دیکھا گیا ہے

تشہیرِ تمدن کا ترانہ تھا کبھی میں
در بستہ محبت کا فسانہ تھا کبھی میں

عرفانِ حقیقت سے سروکار نہیں ہے
میدانِ عقیدت کا مغانہ تھا کبھی میں

تبریزِ انا سرمد و منصور کی جرات
بختِ ہُمایوں سرِ دانہ تھا کبھی میں

اشراقِ تصوف سے مبرا تھا معارف
فرمودِ محبت کا نشانہ تھا کبھی میں

تفہیمِ یکا ایک مناجاتِ توارد
دیدارِ شناسائی کا شانہ تھا کبھی میں

ان شوخ اداؤں سے میں ڈرتا ہوں بہت اب
جن شوخ اداؤں کا دوانہ تھا کبھی میں

دیدار و تکلم کے لئے بام پہ عاصی
اس سنگ تخیل کا بہانہ تھا کبھی میں

اگر سردار ہوتا تُو، تو سرداری نہیں کرتا
تو سب کے سامنے کوئی اداکاری نہیں کرتا

بھروسہ کر نہیں سکتا کبھی تیری حمایت پر
اگر سچا تو ہوتا تو ریاکاری نہیں کرتا

منافق ہے منافق تو علیٰ الاعلان بولوں گا
منافق گر نہ ہوتا تو تو غداری نہیں کرتا

تجھے معلوم ہے محفل سجائی کس لئے کس نے
اگر معلوم ہوتا تو تو ہشیاری نہیں کرتا

چمن میں ایسے لوگوں کی ضرورت ہی نہیں کوئی
جو اپنے ملک مذہب سے وفاداری نہیں کرتا

نمازی بے حیائی سے بچا رہتا ہے بفضلِ رب
برائی جھوٹ غیبت اور بدکاری نہیں کرتا

اسے آتی ہے ہر اک موڑ پر دقت بہت ساری
سفر کے واسطے عاصی جو تیاری نہیں کرتا

رازِ الفت بتا گئے مجھ کو
درد سہنا سکھا گئے مجھ کو

ایک مدت سے میں نشے میں ہوں
جام ایسا پلا گئے مجھ کو

اور کچھ بھی نظر نہیں آتا
اسقدر آپ بھا گئے مجھ کو

آج صف میں وفا شناس کی ہیں
کل جو دے کر دغا گئے مجھ کو

ایک ساعت گزر نہیں پائی
اتنی جلدی بھلا گئے مجھ کو

اب تلک میں سمجھ نہیں پایا
آئینہ کیوں دکھا گئے مجھ کو

جس کی کوئی دوا نہیں عاصیؔ
روگ ایسا لگا گئے مجھ کو

اپنے پرچم سے ذرا رنگِ وراکم کردے
لال پیلے کو بڑھا کر کے ہرا کم کردے

کچھ غریبوں کو عطا کردے امیروں کو بھی کچھ
ہو سکے! حصے کا میرے تو دَھرا کم کردے

چاہت اگر ہے تو احسان چکانا تو ذرا
دردِ فرقت سے مرا دل ہے بھرا کم کردے

تم ہی ہاتھوں سے گلا گھونٹ دو میرا ہمدم
اس سے پہلے کہ محبت کو سَرا کم کردے

داغ لگ جائے نہ پاکیزہ محبت کو صنم
دل تو کہتا نہیں لیکن تو ذرا کم کردے

اس کی یادوں کے حسیں پل میں خلل ہوتا ہے
میرے ہم سائے تو آواز ذرا کم کردے

منتظِر عاصیؔ نبھائے گا یقیناً نسبت
وقت حالات اگر عمرِ جرا کم کردے

دست بستہ کھڑے ہیں ستائے ہوئے
ایک صف میں سبھی سر جھکائے ہوئے

روز و شب سال ہفتہ مہینہ ہوا
سبز چہرہ نگاہوں میں آئے ہوئے

جوق در جوق محفل میں آئے جنوں
رنگ فرقت کا خود پر چڑھائے ہوئے

تیرے کوچے سے نکلے دوانے سبھی
جھوٹی مسکان رخ پر سجائے ہوئے

سرد موسم یہ گلشن مہکتا! تری
راہ تکتے ہیں گل مسکرائے ہوئے

لوگ بیٹھے ہیں راہوں پہ ہر جا تری
سب کی سب شمعِ الفت جلائے ہوئے

کون جاتا ہے محفل سے عاصیؔ بتا
اس طرح اپنا دامن بچائے ہوئے

سنبھل سنبھل کے حزیں مسکرائے جاتے ہیں
اسیرِ عشق ہیں وعدہ نبھائے جاتے ہیں

اٹھا کے نظریں نہیں دیکھتے کبھی چہرے
عجیب لوگ ہیں قصے سنائے جاتے ہیں

نہیں سنیں گے پتا ہے مگر دوانے کیوں
صدا حریفِ وفا کو لگائے جاتے ہیں

گلاب چمپا چمیلی کے بار ہونے تک
تمام پھول چمن میں کھلائے جاتے ہیں

طبیب اب بھی پریشان ہیں دوا کے لئے
دوانے جبکہ الم خود بھلائے جاتے ہیں

تماش بینوں سے کہہ دو ابھی نہ جائے کوئی
لہو کرید کے دل سے دکھائے جاتے ہیں

امیرِ وقت کے آنگن سے توڑ کر تارے
فقط تمہارے لئے عاصی لائے جاتے ہیں

راستہ اور اعادہ مجھے پہچانتا ہے
دستِ صحرا کا لبادہ مجھے پہچانتا ہے

ایک مدت سے رہا ساتھ ہمارا جاناں
تیرے زنداں کا قلادہ مجھے پہچانتا ہے

شاہِ شطرنج سے رخ اسپ سے واقف ہوں میں
فیل فرزین پیادہ مجھے پہچانتا ہے

ذات سے میری ہے انجان فقط ساقی ہی
جام میخانہ سیہ بادہ مجھے پہچانتا ہے

شہرِ جاناں کی گلی بام زمیں چرخ ہوا
عزم دستور ارادہ مجھے پہچانتا ہے

تیرے بازار میں آتا ہوں خسارے کے لئے
ورنہ محصول وافادہ مجھے پہچانتا ہے

منتظم عاصی گیا جتنا بھی تیری جانب
راستہ تنگ کشادہ مجھے پہچانتا ہے

حوصلہ پہلے وہ بڑھائیں گے
بعد میں ٹانگ بھی اڑائیں گے

جن پہ تکیہ ہے سب سے پہلے وہ
دوست کو دوست سے لڑائیں گے

جانتا تھا بھروسہ جن پر ہے
میرے چھکے وہی چھڑائیں گے

درمیاں دو دلوں کے یہ رنجش
ختم کرنی تھی پر بڑھائیں گے

پاس جن کے نہیں الف، ب، ت،
مکتبوں میں وہی پڑھائیں گے

ہاتھ دشمن کے سامنے اپنا
دوستی کے لئے بڑھائیں گے

اس لئے میں نہیں گیا عاصی
سب براتی مذاق اُڑائیں گے

دیدہ باید
منتظر عاصی

دستِ بستہ تری چوکھٹ پہ کھڑا رہتا ہے

دست بستہ تری چوکھٹ پہ کھڑا رہتا ہے
عزمِ پختہ لئے دیوانہ اڑا رہتا ہے

تیری یادوں کی حسیں وادی سے دل میرا اب
جیسے پوشاک میں کندن ہو جڑا رہتا ہے

ہم نے رکھا ہے تری یاد کو دل میں جیسے
گھر کے کونے میں کہیں کوئی گھڑا رہتا ہے

وقت بے وقت سفر کے لئے کاندھے پہ مرے
کربِ طاعت کا عنایت کا دھڑا رہتا ہے

ان سے امیدِ وفا کیسے ہو بتلاؤ مجھے
جن کے ہاتھوں میں غلامی کا کڑا رہتا ہے

اس قدر ظلم یہ اچھا نہیں دیکھا میں نے
سر دوانوں کا ترے آنگن میں پڑا رہتا ہے

منتظم عاصی اجازت ہے انہیں آنے کی؟
اس کے دروازے سے قد جن کا بڑا رہتا ہے

طلعت نواز رختِ گتاں دستِ ہم رہا
تنفیرِ عزم علمِ فراست رقم رہا

زنبیل ساز بزلِ زنابیل ہوگیا
درویشِ رستگار کو تا عمر غم رہا

مقصودِ کُن فکاں کی حقیقت سے نابلد
تنزیلِ سخت و کوش نوائب بھرم رہا

مقدور مشکلات و حوادث کا کارواں
اسفارِ زندگی میں مسیحا عدم رہا

خورشید رسمِ صبح و مسارفت و بود ہے
آغوشِ ولد دورِ رضاعت حرم رہا

افتادگانِ خاک کلیمی صفت ہوئے
مخلص کا مال رفضِ اساسِ کرم رہا

عاصیؔ وجودِ خاک میں شامل نہیں ہوا
مقبول برگزیدہ سکندر حشم رہا

حسّاسِ دل طلوعِ اساسِ الم رہا
طائرِ عمارِ روحِ رواں آمدم رہا

دارالامکاں سے عالمِ اسرارِ لامکاں
اصلاحِ عم سلامِ درودِ حرم رہا

طاہورِ حدِّ حور و ملک راہِ سالمہ
عالم کراں سَرارِ رُعادہ عدم رہا

معدوم حصاروا گُرہِ آسماں سَرا
اسلام سر علیٰ دمِ لہرا علَم رہا

محلول روحِ عادِ کلاں لم سلام کا
وعدہ امامِ عالی کا احرامِ دم رہا

مہموسہ لوحِ لام دِرَم ماہِ ماہ لا
احرامِ سلسلہ رگِ اکرامِ ہَم رہا

عاصیؔ علومِ عارِ عَراعودِ عاملہ
مل کر ملولِ دل مہِ امدادِ ہم رہا

دم بہ دم لام و سم جام و جم ایک دم
دامِ لم کم سے کم نم کرم ایک دم

خام و خم جودِ غم بام و رم زم الم
چشمِ نم مول و غم محترم ایک دم

شامِ مرہم عَجم یامِ درہم بھرم
نامِ ارحم صنم عام خم ایک دم

محتشم ملتحم منتقم مغتنم
آمدم دو ہرم آشرم ایک دم

ہم عدم ہم الم ہم کرم ہم حرم
ظلمِ لم ہم ستم ہم زلم ایک دم

گامِ محکم ارم ہم قدم منہدِم
معتصم ملتسم ملتزم ایک دم

مہتمم منصرم منقسم منتظم
ختم ہمدم ہرَم خم قلم ایک دم

پھول خوشبو سی بہاروں سی حیا رکھتا ہوں
چاند سورج سی ستاروں سی ضیا رکھتا ہوں

خود میں بہتے ہوئے دریا سے روانی لے کر
تاب و انداز اشاروں سی بیا رکھتا ہوں

درد کے پھول کو دہلیزِ وفا سے چن کر
دل شکستہ میں مہاروں سی دیا رکھتا ہوں

عجز گستر سے جھکی نظروں کو دیکھا تو کہا
آنکھ نم دیدہ میں یاروں سی ریا رکھتا ہوں

درمیاں اپنے سجا کر تری یادوں کو صنم
باغِ الفت کے نظاروں سی سیا رکھتا ہوں

ایک پل کے لئے کرتا نہیں تجھ کو تنہا
پاس تصویر شراروں سی ہیا رکھتا ہوں

حلفیہ اپنا بیاں عاصؔی عدالت میں تری
دے رہا ہے کہ عفاروں سی میا رکھتا ہوں

الفت کی راہ فرقتِ منزل ظفر کرے
یہ کون چاہتا ہے سفر مختصر کرے

لگتا ہے درد دل کے! مسیحا کے پاس بھی
مرہم نہیں ہے ایسا جو زخموں کو تر کرے

اہلِ جنوں ہیں جتنے بھی خوش باش ہیں بہت
یہ کون چاہتا ہے زمانہ نظر کرے

سر کو جھکائے رکھنا سبھی کوئے یار ہے
جس سے کہیں گے بس وہ بلند اپنا سر کرے

جب سے سنی ہے داستاں شہرِ فراق کی
میں چاہتا ہوں مجھ کو بھی وہ در بدر کرے

اب تک اسی جگہ پہ کھڑا ہوں میں بت بنا
جس جا گئے ہیں چھوڑ کے کوئی خبر کرے

عاصیؔ فراقِ یار میں ہوں اسقدر میں گم
موسم نہیں ہے ایسا جو مجھ پر اثر کرے

منتظر عاصی
دیدہ باید

دل مصفٰی صفا نہیں کوئی

دل مصفٰی صفا نہیں کوئی
راہبر بھی رہا نہیں کوئی

کیوں مسیحا چلا گیا کہہ کر
دردِ دل کی دوا نہیں کوئی

بے حیا بے وفا بہت ڈھونڈا
آپ جیسا ملا نہیں کوئی

صرف دستار لوٹ کر آئی
جنگ میں سر بچا نہیں کوئی

آپ اکثر وہی تو کرتے ہیں
جس خطا کی سزا نہیں کوئی

پوجتے ہو جنہیں بنا کر تم
اُن میں میرا خدا نہیں کوئی

میں نے ڈھونڈا بہت مگر عاصیؔ
ہم ستم دل جلا نہیں کوئی

بتاؤ نفیسہ وحیدہ وغیرہ
بناؤ گی حلوہ ملیدہ وغیرہ

کبھی راہ چلتے ہوئے مل نہ جائیں
انیسہ علیزہ نویدہ وغیرہ

ستاتے ہیں خوابوں میں آکر ہمیشہ
رفیقہ شفیقہ زبیدہ وغیرہ

رواں ہیں خیالوں میں میرے ابھی بھی
سہانا دہانہ، حمیدہ وغیرہ

ڈرا کر گئے ہیں ابھی مجھ کو سارے
شبانہ شبینہ فریدہ وغیرہ

ابھی تو یہیں تھے گئے وہ کہاں پر
امینہ رئیسہ سعیدہ وغیرہ

سنا کر گئیں ہیں کھری کھوٹی مجھ کو
عقیلہ شکیلہ رشیدہ وغیرہ

دیدہ باید
منتظر عاصی

بیٹیاں باپ کی پہچان ہوا کرتی ہیں

بیٹیاں باپ کی پہچان ہوا کرتی ہیں
درد و غم سہہ کے بھی انجان ہوا کرتی ہیں

گھر کے آنگن میں لگاتی ہیں خوشی کے پودے
با خبر اس سے کے مہمان ہوا کرتی ہیں

جن سے ہوتی ہے یہ قندیلِ محبت روشن
بیٹیوں کی وہی مسکان ہوا کرتی ہیں

ماں کی آغوش میں وہ عید نظر آتی ہیں
باپ کی گود میں رمضان ہوا کرتی ہیں

اوڑھنی رکھتی ہیں سر پر جو ہمیشہ اپنے
گھر کی عزت بھی وہی شان ہوا کرتی ہیں

لاڈ سے پیار سے آنکھوں میں بسا کر رکھنا
بیٹیاں بخت سے زوہان ہوا کرتی ہیں

مسکرا دینا محبت سے دعائیں دینا
بیٹیاں عاصیؔ نگہبان ہوا کرتی ہیں

نوچ کر پیروں کے چھالوں کو ہرا کرتے ہیں
مسکراتے ہوئے صحرا میں چلا کرتے ہیں

تیری یادوں کے چمکتے ہوئے جگنو سے
چشمِ نابینا میں بینائی بھرا کرتے ہیں

بن کے پھرتے ہیں جو بازاروں کی زینت ہم سے
کیوں وہ تنہائی میں تاکیدِ حیا کرتے ہیں

خوف کھاتا ہے لرزتا ہے انہیں سے سورج
جو چراغ آندھی میں بیباک جلا کرتے ہیں

قلب کے طاق میں جب دیپ جلاتا ہوں کوئی
جن پہ کرتا ہوں بھروسہ وہ ہوا کرتے ہیں

چن کے لاتے ہیں کسی اور کے آنگن سے خوشی
دردمندوں کو نصیحت جو سدا کرتے ہیں

زندگی بھر ترے دیدار کے طالب عاصیؔ
گفتگو چاند ستاروں سے کیا کرتے ہیں

غزل

دیدہ باید

منتظر قاضی

شمار کرتے ہیں دن رات پل جدائی کا
حساب کیسے لگائیں گے آشنائی کا

سمجھ کے چاند کو کنگن میں دیکھ لیتا ہوں
خیال آتا ہے جس دم تری کلائی کا

میں بھول جاتا ہوں اپنے تمام زخموں کو
یہ کہہ کہ چھوڑ زمانہ نہیں بھلائی کا

بسانے جائیں گے دنیا نئی وہیں اپنی
ابھی بھی اونچا ہے جھنڈا جہاں برائی کا

اے جاں نشینِ ستم گر پتا نہیں! تیری
بجا رہے ہیں جنوں ڈنکا پارسائی کا

وہ جن سے جاری ہیں چشمے وفا پرستی کے
انہیں کو دیتے ہیں الزام بے وفائی کا

بنا لباس کے رہنا بنامِ آزادی
عجیب دور ہے عاصیؔ یہ بے حیائی کا

شمار کرتے ہیں دن رات پل جدائی کا

تمہاری آنکھ میں ہر دم شرارہ دیکھنے والے
کبھی دیکھے نہیں ہوں گے خمارا دیکھنے والے

سدا وہ بحر و بر زیر و زبر کی بات کرتے ہیں
شبستاں سے ہی سورج کا نظارہ دیکھنے والے

سفیروں سے کسی آساں سفر کی بات کرتے ہیں
ہر آنے جانے والوں کا خسارہ دیکھنے والے

ہمیشہ ہر کسی سے مال و زر کی بات کرتے ہیں
یہ ہاتھوں کی لکیروں میں ستارہ دیکھنے والے

نگاہِ ظرف چشمِ بستہ شر کی بات کرتے ہیں
''سنا ہے عارضِ تاباں تمہارا دیکھنے والے''

تمہاری بس تمہاری اک نظر کی بات کرتے ہیں
تمہاری شوخ! اندازِ نیارا دیکھنے والے

جو آتے ہیں وہ لیلیٰ کے نگر کی بات کرتے ہیں
کہاں آتے ہیں اب عاصیؔ اجارا دیکھنے والے

غزل

تمہاری شوخ ادا قاتل نظر کی بات کرتے ہیں
دوانے ہر جگہ اب ہم سفر کی بات کرتے ہیں

شبستاں سے ہی سورج کا نظارہ دیکھنے والے
سدا وہ بحر و بر زیر و زبر کی بات کرتے ہیں

ہر آنے جانے والوں کا خسارہ دیکھنے والے
سفیروں سے کسی آساں سفر کی بات کرتے ہیں

یہ ہاتھوں کی لکیروں میں ستارہ دیکھنے والے
ہمیشہ ہر کسی سے مال و زر کی بات کرتے ہیں

"سنا ہے عارضِ تاباں تمہارا دیکھنے والے"
نگاہِ ظرف چشمِ بستہ شر کی بات کرتے ہیں

تمہاری شوخ! اندازِ نیارا دیکھنے والے
تمہاری بس تمہاری اک نظر کی بات کرتے ہیں

کہاں آتے ہیں اب عاصیؔ اجارا دیکھنے والے
جو آتے ہیں وہ لیلیٰ کے نگر کی بات کرتے ہیں

ہم دوانوں کے قدم سے معتبر ہو جائے گی
دیکھنا پگڈنڈی اک دن رہ گذر ہو جائے گی

جس طرح سے بڑھ رہا ہے شعر جدت کی طرف
دھیرے دھیرے شاعری بھی بے اثر ہو جائے گی

میں چلا تھا زندگی گلزار کرنے کے لئے
کیا پتا تھا عاشقی ہی دردِ سر ہو جائے گی

اہمیت پردے کی بچپن سے بتاؤ ورنہ وہ
دیکھنا اک دن جواں ہو کر قمر ہو جائے گی

جانتے ہو راہِ حق سے ہٹ کے گر چلنے لگیں
بحر و بر یہ زندگی زیر و زبر ہو جائے گی

التجا ہے میری میت پر کوئی رونا نہیں
جانتا ہوں آہ سے اس کو خبر ہو جائے گی

موت سے پہلے اگر مل جائیں لیلیٰ اور جنوں
پھر ردیف عاصی غزل کی مختصر ہو جائے گی

بختِ مجنونِ داخلی ہے ابھی

بختِ مجنونِ داخلی ہے ابھی
ہر ادا تیری نازلی ہے ابھی

کیسے بدلی یہ زلف کی خوشبو
کل تھی عودی جو صندلی ہے ابھی

عاشقوں کی رہِ گذر تھی کبھی
کتنی ویران یہ گلی ہے ابھی

پھر ہجوم آئے گا سرِ مقتل
ایک ایسی ہوا چلی ہے ابھی

غم کا موسم ذرا نہیں بدلا
عشق کی شمع بھی جلی ہے ابھی

پھول اک بھی کِھلا نہیں اب تک
سارے گلشن میں بس کلی ہے ابھی

اور خنجر چلاؤ دل پہ صنم
منتظرؔ نیم بسملی ہے ابھی

چہرے پر کیوں ہماہمی ہے ابھی
زلف بھی تیری شبنمی ہے ابھی

اُس کے دل میں بھی پیار ہے شاید
اِس لئے آنکھ میں نمی ہے ابھی

مانتا ہوں کہ حق شناس ہے تو
پر ترا دل مجسمی ہے ابھی

روبرو ہو کے بھی ہیں چپ دونوں
درمیاں کچھ تو برہمی ہے ابھی

باغِ الفت سے آنے والے بتا
رُت حسیں ہے یا ماتمی ہے ابھی

ٹھہر جاؤ قدم نہ رکھنا کہ
عشق،فرقت، کی ہم دمی ہے ابھی

سن رہا ہوں کہ راہِ الفت پر
عاصی تقدیر لازمی ہے ابھی

یوں دھڑکتا ہے جیسے بسمل ہے
کتنا بے چین مضطرب دل ہے

کیسے کہہ دوں میں جب پتا ہی نہیں
کون مقتول کون قاتل ہے

ڈوب جانے کے بعد یاد آیا
دو قدم پر ہی میرے ساحل ہے

ہار تسلیم اس لئے کی ہے
ہم لہو سازشوں میں شامل ہے

کس کی دنیا اجڑ گئی ہے کیا
کس لئے یہ سجائی محفل ہے

اپنی ہر بات پر نہیں کہتے
آپ! کوئی مرے مقابل ہے

عاصی سب کو پتا ہے محفل میں
کون خواندہ ہے کون جاہل ہے

گُم شدہ

ضبط دُم شدہ
عزم سُم شدہ

رستگار ہے
اُف ہے خُم شدہ

سالِ نو کا ہے
بر یکُم شدہ

پاس ہو مرے
تم بُطم شدہ

رہ گذر تری
ہے دُخُم شدہ

مل گیا ہمیں
حرفِ گُم شدہ

شعرِ عاصیؔ کا
ہے سُسُم شدہ

دیدہ باید
منتظر قاصی

منسوب بغض بات پہ اپنی اڑا رہا
زندانِ لن ترانی میں تنہا پڑا رہا

رفتار موزِ عشق و وفا ڈھونڈتے رہے
اس پر مگر غرور کا نشہ چڑھا رہا

تحریکِ رنگ و بو نے چمن سوز کر دیا
تعظیمِ باغباں میں بہاراں کھڑا رہا

تنسیمِ حُسن قتلِ جنوں ذوقِ چشِ ارم
اصنافِ خلق شعر و سخن سَیکڑا رہا

خاموش اہلِ بزم ہیں ترسول چپ نہیں
دانستہ سب کے چہرے پہ تیور چھڑا رہا

تسکین بخش جانبِ پستی چلا گیا
فرسودہ شخص شانِ سکندر جڑا رہا

مانا کہ اختصارِ عبارت نصیب تھی
لیکن خیالِ عاصی ہمیشہ بڑا رہا

منسوب بغض بات پہ اپنی اڑا رہا

خموشاں کی قیادت کم نہیں ہے
حمایت کم ہے طاعت کم نہیں ہے

تمہارے شہرِ نالاں میں یہ دیکھا
شرافت اور شرارت کم نہیں ہے

نظام عدل قائم ہو گیا پر
جنوں مطبق ہے راحت کم نہیں ہے

سخن پرور عبارت مختصر ہے
فصاحت اور بلاغت کم نہیں ہے

غریبی رقص کرتی اوج پر ہے
مگر جود و سخاوت کم نہیں ہے

بتاتے ہیں ہر آنے جانے والے
دوانوں پر عنایت کم نہیں ہے

ذرا سی بات پر عاصیؔ خفا ہیں
یقیناً ان کو چاہت کم نہیں ہے

پیار نفرت کا اور نہ طاعت کا
کہاں موقع ملا شکایت کا

رقص کرتا ہے ذوقِ عشق مرا
پاس رکھتا نہیں شرافت کا

نئی تاریخ رقم کرنی ہے
آگیا دور پھر روایت کا

ٹوٹ پڑتی ہے بردہ ہٹتے ہی
منتظر ہوں اسی قیامت کا

خوب چرچا ہے جابجا تیری
شوخ اداؤں کا اور نزاکت کا

باخدا! آپ کی جواب نہیں
اس بلاغت شدہ فصاحت کا

تم کو شاید پتا نہیں عاصیؔ
راز جود و سخا عنایت کا

تعظیمِ رفاقت کو ہَبا کہنے لگے ہیں
کچھ لوگ اطاعت کو ریا کہنے لگے ہیں

ممنون تعلق سرِ احسانِ معظم
ناپَید بلاغت کو رسا کہنے لگے ہیں

تہذیب و تمدن کے گنہگار سنا ہے
بیمار سیاست کو بقا کہنے لگے ہیں

ترمیم شدہ عشق کا یہ حال ہے اب تو
عشاق نزاکت کو ادا کہنے لگے ہیں

معذور عدالت ہے نہ میزان شکستہ
پھر کس لئے غایت کو وفا کہنے لگے ہیں

عُریانیٔ تَن عام خیالاتِ حقارت
معدوم نفاست کو عبا کہنے لگے ہیں

تسبیح لئے ہاتھ میں اے عاصیؔ ریاکار
تحقیر و کراہت کو حیا کہنے لگے ہیں

اہلِ فرقت میں کہاں ہوتا ہے رافت کرنا
چھپ کے تنہائی میں افسوس شکایت کرنا

آپ ناراض نہ ہوں آہ و بُکا سے! بالکل
آپ کا حق ہے دوانوں سے شرارت کرنا

اصل کاذب کی یہ پہچان ہے عاشق کی نہیں
اپنے زخموں کی محافل میں اشاعت کرنا

آبلے پھوٹ کے روئیں یا لہو آنکھ میں ہوں
ہم تو صحرا میں بھی چاہیں گے زیارت کرنا

التجا اہلِ وفا کرتے ہیں اے حسنِ غزل
دردِ معراجِ محبت ہے عنایت کرنا

شوق سے دار پہ چڑھنے کو ہیں تیار! مگر
ہم نے سیکھا ہی نہیں حق پہ ندامت کرنا

ساتھ عاصیؔ کے ہمیں شہرِ خموشاں ڈھونڈو
پر رہے یاد کہ بر وقت فصاحت کرنا

اپنے دیوانے کو ٹوٹا ہوا تارا کر کے
بھول جاتے ہو فقط ایک اشارہ کر کے

کتنے سلطان بنے بیٹھے ہیں دنیا میں صنم
تیرے پھینکے ہوئے ٹکڑوں پہ گزارا کر کے

آسماں پر تری یادوں سے چمکتا آنسو
روز اگتا ہے سرِ شام ستارا کر کے

آپ خاموش محبت کا تماشہ دیکھیں
رسم و دستور کو آزاد شرارہ کر کے

وہ بھی گستاخِ محبت ہوئے گستاخِ وفا
خوفِ فرقت سے عزادار کنارا کر کے

لاکھ کوشش کی مگر خود کو نہیں روک سکا
ہو گیا چپ میں غموں کو ہی سہارا کر کے

بے ریا عاصؔی محبت کا ریاکاروں سے
کیا ملے گا تمہیں تسلیم دو بارا کر کے

اک آپ تھے کہ جس سے چمن مہکتا رہا
اک میں تھا جس سے سارا چمن چیختا رہا

اک آپ تھے جو آئے سنور کر چلے گئے
اک میں تھا آئینے کو کھڑا دیکھتا رہا

اک آپ تھے جو بار لئے گھومتے رہے
اک میں تھا رشتے ناطے وفا پھونکتا رہا

اک آپ تھے جو وار دیۓ مجھ پہ سب مگر
اک میں تھا تیرگی میں وفا ڈھونڈتا رہا

اک آپ تھے جو رات سسکتے گزار دی
اک میں تھا کر کے وعدوں کو بس توڑتا رہا

اک آپ تھے جو شمع لئے آئے وصل کی
اک میں تھا جو گریہ کناں سوچتا رہا

اک آپ تھے جو عاصیؔ کے دل میں اتر گئے
اک میں تھا راستہ جو سدا پوچھتا رہا

اک آپ تھے کہ جس سے چمن مہکتا رہا

شیرازِ ذکاوت ہے احرام خدا جانے
افرازِ شرافت ہے اکرام خدا جانے

آسان ہے سب لیکن یہ تیری عدالت ہے
ممتازِ عنایت ہے احکام خدا جانے

احساس یہ ہوتا ہے کچھ دن سے شبستاں میں
ناسازِ فصاحت ہے الزام خدا جانے

ہر ایک زباں پر ہے افسوس یہ افسانہ
اِغمازِ شرارت ہے اقدام خدا جانے

بے خوف اڑان اپنی جاتا ہے اڑا سرخاب
پروازِ سلامت ہے انجام خدا جانے

پرہیز نہیں کرتا اب شیخ بھی دستر پر
ہمرازِ قناعت ہے مطعام خدا جانے

ہے حال مشاعر کا اسٹیجِ ادب عاصیؔ
آوازِ علامت ہے اقلام خدا جانے

ناز نخرے جو دکھاتا تھا دکھاتا ہی نہیں
اب وہ پہلے کی طرح مجھ کو ستاتا ہی نہیں

کتنا مغرور ہے وہ شہرِ خموشاں کا مکیں
اپنے ہم سائے کا جو ساتھ نبھاتا ہی نہیں

چیختا رہتا ہوں میں درد سے سنتے ہیں کہاں
اور شکوہ کہ میں آواز لگاتا ہی نہیں

اک نظر دیکھ کے حیرت سے چلے جاتے ہیں
پوچھنے پر بھی پتا کوئی بتاتا ہی نہیں

ایسا لگتا ہے کہ اب روٹھ گئے ہیں سارے
خواب آنکھوں میں کوئی تیرے سجاتا ہی نہیں

چھوڑ کر تیری گلی تیرا نگر جانے کیوں
جو بھی جاتا ہے وہ پھر لوٹ کے آتا ہی نہیں

اک نئی لکھ کے مجھے روز سناتا تھا غزل
اب نیا عاصؔی کوئی شعر سناتا ہی نہیں

مطلع تا مقطع قابلِ تحسین ہے جناب
عمدہ غزل کمال ہے ہر شعر لاجواب

مصرع سہیل غیر مردف زمین ہے
ارسال کرنے والے کا اعلیٰ ہے انتخاب

بے ساختہ ہی شعر پہ نکلا زبان سے
مبروک خوب است زبردست ہے خطاب

مانا کہ دی گئی یہ افاعیل عام ہے
لیکن خیالِ شعر و سخن عمدہ باریاب

تنقید تبصرہ کوئی اصلاح بھی کریں
اوپر غزل کے لکھا ہے یہ لفظِ انقلاب

کچھ لوگ لکھ رہے ہیں کہ سر بحر دیکھ لیں
کچھ لوگ واہ واہ یہ کیا بات ہے جناب

عاصیؔ کسی نے لکھا ہے مع داد غور کر
تو آپ کی سبب سے شتر گربہ مستجاب

گر خونِ جگر عشق میں مرسوم نہ ہوتا
پھر حسن تمہارا تمہیں معلوم نہ ہوتا

افسانہ بیاں ہوتا مرا بزمِ انا میں
فرقت کے اگر درد سے محروم نہ ہوتا

گلشن میں محبت کے اگر تتلی نہ ہوتی
پھر کوئی دوانہ تری مقسوم نہ ہوتا

تابندہ کوئی دل نہ لہو اشکِ ندامت
آتا نہ کسی آنکھ میں مرحوم نہ ہوتا

ہوتا جو ترے ہاتھ میں انصاف کا مسند
معصوم بھی دربار میں معصوم نہ ہوتا

لکھتا وہ کتابوں میں ترے ظلم کے قصے
کاتب جو اگر صاحبِ مسموم نہ ہوتا

عاصؔی نہ ملی ہوتی اگر لذتِ فرقت
مغموم نہ ہوتا کوئی مظلوم نہ ہوتا

اپنی آنکھوں میں دوانوں نے اتاری صورت
دست بستہ تری محفل میں نہاری صورت

رخ سے پردے کو ہٹاؤ کہ ہمیں فیض ملے
صرف تصویر میں دیکھی ہے یہ پیاری صورت

روز آتے ہو مرے خواب میں لیکن میں نے
ایک مدت سے نہیں دیکھی تمہاری صورت

دیکھ لے شہرِ محبت کا نظارہ کر کے
ہر طرف آئے نظر درد سے ماری صورت

اب کہ صیاد سے خطرہ نہیں کوئی لیکن
مار ڈالے نہ کہیں تیری شکاری صورت

کوئی آئی نہ نظر آپ کے جیسی مجھ کو
دیکھ آیا ہوں جہاں بھر کی میں ساری صورت

عاصیؔ صحرا میں ہوا حال ہمارا ایسا
دیکھ ڈرتا ہے پرندہ بھی ہماری صورت

عمر کے کس حصے کس دامن میں ہے
زندگی کا لطف جو بچپن میں ہے

آج بچوں سے شکایت کیوں کروں
پیڑ جو بویا تھا وہ آنگن میں ہے

بات گزرے گی پتا ہے ناگوار
کہہ رہا ہوں پر وہی جو من میں ہے

چاندی سونا کاسہ پیتل میں کہاں
جیسی لذت مٹی کے برتن میں ہے

آج پھر دیکھا دیارِ یار میں
سایہ لہراتا ہوا چلمن میں ہے

کس طرح خود کو سنواروں یہ بتا
اک ہی صورت بس مرے درپن میں ہے

چاند سورج تارے کیوں سب چھپ گئے
منتظر عاصی اسی الجھن میں ہے

دوانہ آنکھ سے منظر اٹھا کے لائے گا
پیامِ قتل مصدّر اٹھا کے لائے گا

ترے دیار میں پھر سے ہمیں رلانے کو
خبر نہیں تھی مقدر اٹھا کے لائے گا

دبا کے چونچ میں تنکا دیارِ جاناں سے
کہو گے تم تو کبوتر اٹھا کے لائے گا

گیا تھا ایسے وہ جیسے قمر کے خلوت سے
ہمارے واسطے اختر اٹھا کے لائے گا

بیان کرنے فسانہ دوانہ محفل میں
کسے پتا تھا کہ پتھر اٹھا کے لائے گا

تمہارے کان کے جھمکے قضا کی وادی سے
اسیرِ حسن محقّر اٹھا کے لائے گا

نئی زمین پہ عاصی نئے طریقے سے
خیال تیرا مقرر اٹھا کے لائے گا

غزل

عجیب بات ہے احساس و بے بسی کم ہے
تمام سوکھ گئے زخم درد بھی کم ہے

اسے بتا دو مسیحا نے کہہ دیا میری
قریب موت نہیں ہے حیات ہی کم ہے

فقط تلاش ہی کرتے رہیں گے یا مجھ کو
کتاب آپ بتائیں گے کون سی کم ہے

تمام رند ہیں مایوس کیا کرے ساقی
شراب خانے میں باقی شراب ہی کم ہے

ابھی بھی گوشِ اسیراں میں گونجتی ہے صنم
تڑپ کے آپ نے آواز جب کہ دی کم ہے

ابھی بھی اہلِ جنوں کی ہیں جان کے پیچھے
بتاؤ آپ ہمیں اتنی جان لی کم ہے

نہ بھول جائے کہیں آپ کا ستم عاصیؔ
اسی خیال سے پھر آج ہم نے پی کم ہے

عجیب بات ہے احساس و بے بسی کم ہے

درد سینے میں دباتے ہوئے تھک جاتے ہیں
رسم ماں باپ نبھاتے ہوئے تھک جاتے ہیں

کاش مل جاتا کہیں ٹوٹا کھلونا کوئی
روز ہم چاند دکھاتے ہوئے تھک جاتے ہیں

ٹھہر اے صاحبِ ثروت کہ تجھے معلوم نہیں
ہم تری بھوک مٹاتے ہوئے تھک جاتے ہیں

روز بچوں کے لئے روٹی لے جانے والے
کون کہتا ہے کماتے ہوئے تھک جاتے ہیں

ختم ہونے سے بہت پہلے سوئیاں تیری
عید مزدور مناتے ہوئے تھک جاتے ہیں

درد سینے میں دبا کر نہیں رکھتے ہوں گے
ایسے جو کر جو ہنساتے ہوئے تھک جاتے ہیں

راہبر ہو نہیں سکتے کبھی ہرگز عاصیؔ
جو چراغوں کو جلاتے ہوئے تھک جاتے ہیں

شجاعت کے سانچے میں ڈھلنا پڑے گا
ہمیں سرِ عدو کا کچلنا پڑے گا

ابھی وقت ہے تو ابھی اے جوانو
سنبھل جاؤ ورنہ سنبھلنا پڑے گا

ہمیں بن کے آتش بچانا ہے بھارت
ہمیں موم بن کر پگھلنا پڑے گا

نہیں تھے شری رام آتنک وادی
تمہیں اپنا نعرہ بدلنا پڑے گا

کریں لاکھ کوشش جتن لاکھ کر لیں
پتا ہے انہیں ہاتھ ملنا پڑے گا

جو نفرت کی بھٹّی جلائی ہے تم نے
یقیناً تمہیں اس میں جلنا پڑے گا

لگے دیکھ حالاتِ بھارت کو عاصیؔ
ہمیں جلد گھر سے نکلنا پڑے گا

پیروں میں آب وتاب نہ منزل نظر میں ہے
باقی ابھی بھی حوصلہ کیوں راہبر میں ہے

بسیار داں نژاد پرستی میں قید ہے
مقتول پارسائی کے آخر سفر میں ہے

صدیاں گزر گئی ہیں مجھے آشنا ہوئے
لیکن ابھی بھی یار نظارہ نظر میں ہے

باقی نہ اشتراک نہ باقی سلوک بھی
تہذیبِ دین نوکِ سناں بحر و بر میں ہے

جنت بنائی شوق سے شداد نے مگر
دار الجہاد حاصلِ منظر نظر میں ہے

خالی پڑا ہے دل کا مکاں پھر بھی یار کیوں
صدیوں سے منتظر تو کسی اور گھر میں ہے

عاصؔی یہ دیکھنا ہے کہ ہے کس کے ہاتھ میں
رشتہ وفا خلوص کا تلوار و سر میں ہے

داب و آدابِ نہ مستور کی رافت کرنا
ذوقِ بزمِ باعمل خود سے بغاوت کرنا

طاق در طاق نشانی ہے رکھی خوابوں میں
دیدہ بیدار کو تنویر عنایت کرنا

رنگِ شیشہ کی طرح دارِ امارہ میں صنم
دست برداشتہ حالات کی طاعت کرنا

اہلِ حشمت کی محافل میں بچا کر خود کو
کارِ مجنون ہے اشکوں کی تجارت کرنا

سوختہ بخت معیشت سے گھرا ہوں کوئی
میری اثراتِ رعونت سے حفاظت کرنا

اشکِ غلطاں سے منور ہے تمہارا چہرہ
آئینہ دیکھ کے خود پر نہ ملامت کرنا

خوب آسان تھا گزری وہ صدی میں عاصیؔ
نصب سینے میں جوانوں کے صداقت کرنا

تیری یادوں سے پریشان بہت ہوتا ہے
دل ضمیران پشیمان بہت ہوتا ہے

آبلوں سے بھی ملاقات مسافر ہوگی
راہِ الفت میں بیابان بہت ہوتا ہے

دل اگر خوف سے آزاد ہے تو کر ورنہ
عشق میں جان کا امکان بہت ہوتا ہے

قرب سے راستہ پر خار وہ ہوتا ہے سدا
جو بعیدہ سے خیابان بہت ہوتا ہے

"طشت از بام" "لا اسمی لہٗ" "دیدہ باید"
داشتہ مخزنِ دیوان بہت ہوتا ہے

اور لانے کی نہیں کوئی ضرورت کیونکہ
بزم میں ایک سفیہان بہت ہوتا ہے

کہتا ہے عاصی کے اشعار کو پڑھنے والا
معنیٰ شعروں میں شریمان بہت ہوتا ہے

غزل

کتنا آساں تھا ستم گر سے محبت کرنا
کتنا مشکل ہے اسی ظلم سے نفرت کرنا

کتنا آساں تھا صنم دل کا لگانا لیکن
کتنا مشکل ہے اب اس دل کی مذمت کرنا

کتنا آساں تھا ترے شہر میں داخل ہونا
"کتنا مشکل ہے ترے شہر سے ہجرت کرنا"

کتنا آساں تھا زمانہ وہ اشاروں کا مگر
کتنا مشکل ہے صنم اب ذرا رغبت کرنا

کتنا آساں تھا وہ مقتل میں اترنا پہلے
کتنا مشکل ہے ارادے کی بھی جرأت کرنا

کتنا آساں تھا شبستاں میں سکوں سے سونا
کتنا مشکل ہے اجالوں میں بھی خلوت کرنا

کتنا آساں تھا پرائے کو منانا عاصی
کتنا مشکل ہے اب اپنوں سے ہی رجعت کرنا

دیدہ باید
منتظر عاصی

کتنا آساں تھا ستم گر سے محبت کرنا

جب عبادت میں آخرت ہو گی
تب سرِ حشر عافیت ہو گی

رب نے چاہا تو دیکھنا اک دن
تیری قدرت میں سلطنت ہو گی

کام وہ کامیاب ہو گا بس
جس میں اللہ کی مصلحت ہو گی

یاد رکھنا منافقوں کی نہیں
حق پرستوں کی مغفرت ہو گی

آبلے روئیں گے پھوٹ کر جب
تب کہیں جا کے معرفت ہو گی

علم ہونے سے کچھ نہیں ہو گا
عشق ہو گا تو منقبت ہو گی

جیسی امید ہے تجھے عاصیؔ
ویسی ہی تیری عاقبت ہو گی

منتظر عاصی

دیدہ باید

رزق برکت اہار کا موسم

رزق برکت اہار کا موسم
لم کفالت شعار کا موسم

تنگ دستوں کے دل کی ہے دھڑکن
صدق حرمت عمار کا موسم

جا رہا ہے رُلا کے ہم سب کو
رب کی نعمت شمار کا موسم

التجا ہے کہ لوٹ کر پھر سے
آئے رحمت سوار کا موسم

بانٹ خوشیوں کو چل دیا پیارا
خیر ثروت برار کا موسم

فقر فاقہ سے بچنے آیا ہے
پھر قناعت مدار کا موسم

فضلِ رب مل گیا ہمیں عاصیؔ
شکر طاعت گزار کا موسم

دارِ منصورؒ پہ بغدادیؒ بہارا پاگل
دست بستہ ہے نظارہ بھی قصارا پاگل

طرزِ مجنونِ نمی بسمل باید واعظ
ذوقِ دیدار می معشوق تمہارا پاگل

نم بعیدَ نمِ دانم حدِ دودِ جنًا
کاش ہو جاؤں تمہارا میں دوبارہ پاگل

رختِ اظہارِ سفر قائمِ دلگیر اَست
طاقِ احساس سے محرومِ شمارہ پاگل

بے خیالی میں کہا جاتا ہے دیدہ باید
در کُشاں طشتِ اُفق دار اِزارہ پاگل

سرورا مست قلندر تدِ محدود دعا
کارِ عرفانِ انا جامِ عمارہ پاگل

جانِ عصیانِ ندا عاصیؔ دارد مَن تُو
فردِ یکساں چہ پشیمان عفارہ پاگل

طشت از بام سے ماخوذ

رخ یہ موسم کا بدلنا تری انگڑائی ہے
"اور تشہیر سے اندیشۂ رسوائی ہے"

ہم سے اک پل کے لئے دور ہو احتمال نہیں
آپ کی یادوں سے مربوط شناسائی ہے

اب تلک دیکھ کے حیران و پریشان ہوں میں
اسقدر دیدِ ستم گر میں پذیرائی ہے

ہم نے دیکھا ہے یہ اردو کے طلب گاروں کو
معرفت جود و عطا ضبط خلیفائی ہے

حد دریدہ دہ مُمدَّد تدِ دیدہ باید
عَالَمِ دؤدِ سیَہ ہجرِ تماشائی ہے

حسبِ معمول اجازت بھی نہیں مانگ سکا
آپ کا لہجہ زہے داب تقاضائی ہے

اب بھی مشتاق ہوں عاصیؔ میں اسیرِ غم کا
بو دمشکوک سرا عالم رعنائی ہے

واسم لسے ماخوذ

مرا اپنا کر کے دغا جا رہا ہے
لئے ساتھ شکوہ گلہ جا رہا ہے

چلو ہم چلیں اس طرف دست بستہ
صنم جس طرف رہنما جا رہا ہے

دوانہ لگاتار مقتل کی جانب
چلا جا رہا ہے چلا جا رہا ہے

اسے روک لو ورنہ پچھتاؤ گی تم
وفادار بھی بے وفا جا رہا ہے

نہیں آئے گا لوٹ کر وہ کبھی بھی
جو کہتا ہوا مرحبا جا رہا ہے

کوئی جانتا ہے بتائے گا کوئی
کہاں کون سا راستہ جا رہا ہے

سناؤں میں کس کو فسانہ اے عاصیؔ
کہاں اب کسی سے سنا جا رہا ہے

ہر کار دار عمر کا حاصل اداس ہے
اسرار مہر و مہ رگِ عادل اداس ہے

مسرور ہر کلی ہے مہک گل کی ہے سَرا
موسم وصال کا ہے مگر دل اداس ہے

مسعود کم سواد، ارادہ کسک مسک
محسوس ہو رہا ہے کہ سائل اداس ہے

اِہلاک رسم و راہ ردائے سَرا ہوئے
معلوم آسماں کو ہے واصل اداس ہے

مسلم اصولِ مہرِ صمد لا کمال سے
عالم عمل سے دور ہے عامل اداس ہے

لعل و گہر اساسِ "لا اسم لہٗ" مگر
کامل الم ہے درد ہے ساحل اداس ہے

عاصی ہر اسِ دار سے محروم ہے مگر
اکرام رسم دار سے حامل اداس ہے

کارِ جود و سخا امر رکھیے
کھول کر آپ اپنا در رکھیے

حضرتِ داغ نے کہا ہنس کر
پاس اپنے، جگر، جگر رکھیے

ایک دن وہ ضرور آئیں گے
آپ راہوں پہ بس نظر رکھیے

راہ آساں نہیں ہے الفت کی
ساتھ میں آپ راہبر رکھیے

آبلے آئے نہیں ہیں پیروں میں
آپ جاری ابھی سفر رکھیے

جانتا ہوں کہ پارسا ہیں مگر
اپنے بچوں پہ بھی نظر رکھیے

ہر مصیبت سے پاک ہونا ہے
ماں کے قدموں میں جا کے سر رکھیے

متفرق اشعار

رونق لگی کسی خیال کی آتی تھی آب لے
تیرا شہر بھی آئے گا دستِ بلا کے بعد

دیکھنا آپ کے صحابہ کی
چاہتی ہیں وہی صدی آنکھیں
شہرِ طیبہ میں نور کی بارش
دیکھ آئی ہیں عابدی آنکھیں
رہ گیا دیکھتا مرا قاتل
میری بے تاب سرمدی آنکھیں
دل کی خواہش ہے چومتا میں پھروں
سبز گنبد کی شاہدی آنکھیں
دیکھ طیبہ میں بادشاہوں کو
ہوگی شرمندہ زاہدی آنکھیں

دھڑکتی ہے مسیحا دھڑکنِ بسمل مدینے میں
میں بھارت میں ہوں پر میرا ہے مضطر دل مدینے میں
صحابہ جس طرح محفل سجاتے تھے کبھی یا رب
سجاؤں نعت کی میں بھی کوئی محفل مدینے میں

حقیر جان کے تحقیرِ رقص مت کرنا
غلامِ خواجہ ہے ساگر اٹھا کے لائے گا

لگا کے نعرۂ تکبیر جانتے تھے نبی
فقط علی ہے جو خیبر اٹھا کے لائے گا

آپ کی ذاتِ مقدس پہ لکھیں گے کیسے
ہم سے معذور قلم کار رسولِ عربی
کتنا بے چین ہے دیدارِ مدینہ کے لئے
ہند میں آپ کا بیمار رسولِ عربی

خسروی کا نہ سروری کا ہے
دینِ اسلام سادگی کا ہے
مرتبہ آپ کا خدا جانے
ہم کو بس علم ظاہری کا ہے
دیکھ لو پڑھ کے سیرتِ آقا
صرف پیغام بندگی کا ہے

سجدے رکوع اس کے عظیم و حرم نہیں
سرکار کے خیال سے دل جس کا خم نہیں

خوب روتے ہیں چھپ کے دنیا سے
تیری محفل میں جو بھی ہنستے ہیں
تیرے بازار سے خرید لیا
درد و غم اشک جو بھی سستے ہیں
یاد آتی ہے جب کبھی تیری
خون زخموں سے میرے رستے ہیں

تلوار تیر اور نہ اقرار سے ملی
دولت یہ دین کی ہمیں انکار سے ملی
کرتا رہا تلاش ہر اک جا مگر خوشی
اسلاف کی رکھی ہوئی دستار سے ملی
میں پوچھتا بھی کس سے پتا اے یار تو بتا
جتنی ملی تھی راہیں طلبگار سے ملی
گھر میں کسی کے کوئی بھی خنجر نہیں رہا
شمشیر بھی ملی تو وہ بازار سے ملی

مہماں کے ساتھ اور بھی مہماں چلے گئے
خالی تھا اور خالی ہے اللہ کا مکاں

حیرت ہے وہ ہمارے مقابل کھڑے ہوئے
مشہور ہو گئے ہیں جو شہرت خرید کر

نہیں ملتا کوئی دنیا میں تجھ سے یوں رئیس اردو
زبانوں میں ادب والوں کی ہے تو ہی نفیس اردو
ہماری خوش نصیبی ہے ستارے باادب ہم کو
ملے اشفاق زاہد طاہر اور حافظ انیس اردو

پڑی اگر جو ضرورت تو ہار دوں گا میں
سکون چین جگر جان وار دوں گا میں

تجھے پتا ہے کہ خواہش تمام پل بھر میں
تری خوشی کے لئے اپنی مار دوں گا میں

میری سوئی ہوئی تقدیر جگا دے آ کر
کاش پھر موسمِ برسات چلا دے آ کر

کچھ لوگ مسکراتے ہوئے دار پر چڑھے
کچھ لوگ رسمِ عشق نبھانے سے رہ گئے

رونے لگے خیال کے آتے ہی آبلے
تیرا شہر بھی آئے گا دستِ بلا کے بعد

زخم آتے ہیں بس نظر سارے
"دینے والا نظر نہیں آتا"
جو گزرتا ہے تیری بستی سے
لوٹ کر پھر وہ گھر نہیں آتا
نیند ماں باپ کو نہیں آتی
بچہ جب رات بھر نہیں آتا

کیوں سمجھتا ہوں دال پر دِل کے
زیر آئے زبر نہیں آتا

ایک ماں باپ ہیں جو بار اٹھا کر خوش ہیں
ایک میں خلد سجاتے ہوئے تھک جاتا ہوں

باغ و بن گلِستان و چمن ہند ہے
سب سے پیارا ہمارا وطن ہند ہے

ملا کے آنکھ لگا گئی پھر سے
مجھے شراب پلا گئی پھر سے

چھوڑ آیا تھا جس کو پیچھے بہت
پھر وہی زندگی ہماری ہے

تسطیر

کوئی امید بر نہیں آتی
کوئی تدبیر سر نہیں آتی
جو بھی کرنا تھا کرلیا لیکن
کوئی صورت نظر نہیں آتی

موت کا ایک دن معین ہے
عمر کو دیکھ کر نہیں آتی
صبح ہوتی ہے سوچ کے اب
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی
پیچھے اب مختصر نہیں آتی
پہلے آتی تھی بار بار مگر
اب کسی بات پر نہیں آتی

جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد
کیوں وفا معتبر نہیں آتی
میں پریشان ہو گیا ہوں
پر طبیعت ادھر نہیں آتی

ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہوں
جانِ جاں منتظرؔ نہیں آتی
نہیں رکھنا ہے رابطہ شاید
ورنہ کیا بات کر نہیں آتی

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے شان کو رخصت کرنا ہے
اک روز خود اپنے ہاتھوں سے گلدان کو رخصت کرنا ہے

قانونِ شریعت نظمِ سَرا ہے امرِ الٰہی لختِ جگر
اک باپ کو اپنے آنگن کے دربان کو رخصت کرنا ہے

یارب تو عطا کر صبر مجھے یا روک دے دھڑکن تو میری
آنسو سے بھری ان آنکھوں سے مژگان کو رخصت کرنا ہے

کچھ روز سے بیٹی خوابوں میں بچپن کے نظارے آتے ہیں
میں چونک کے اٹھتا ہوں لیکن وردان کو رخصت کرنا ہے

دل آئے سینے سے باہر اے بیٹی میری سوچ کے ہی
آغوش کو سونی کر کے مجھے مہمان کو رخصت کرنا ہے

مٹّی کے کھلونے یاد آئے آنگن میں گھروندے یاد آئے
معلوم نہیں تھا اے بیٹی دیوان کو رخصت کرنا ہے

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں ڈولی میں بٹھا کر زہرا کو
ماں باپ کو اک دن ہنستے ہوئے خود جان کو رخصت کرنا ہے

رخصتی

فرمانِ الٰہی ہے بیٹی تو بن کر رحمت گھر آئی
اب عید کی خوشیوں کو اپنی رمضان کو رخصت کرنا ہے

اک باپ کو اپنے غم سارے سینے میں چھپانا پڑتا ہے
پھر پونچھ کے سب کے اشکوں کو سمان کو رخصت کرنا ہے

یہ کیسی گھڑی ہے میرے خدا جنت کی بشارت کر کے جدا
فرمانِ رسولِ پاک ﷺ بھی ہے رضوان کو رخصت کرنا ہے

اس دکھ کی گھڑی میں آئے ہیں احباب و قرابت دار سبھی
شامل ہیں خوشی میں یہ سارے ارمان کو رخصت کرنا ہے

میں سر کو اٹھا کر چلتا ہوں دی عزت جس کی چادر نے
اب ناز مرا وہ توڑ چلی مجھے آن کو رخصت کرنا ہے

مایوس تھا میں مغموم بہت ہر وقت بڑا رنجیدہ تھا
اللہ کی عطا تھی بیٹی مری زوہان کو رخصت کرنا ہے

آنکھوں سے چھلکتے ہیں آنسو جب رخصتی عاصی لکھتا ہے
لیکن یہ پتا ہے اس کو بھی فیضان کو رخصت کرنا ہے

اظہارِ تشکر

الحمد اللہ.......................... دیدہ باید

کی اشاعت پر بارگاہِ صمدیت میں اپنے عجز کا اظہار کرتے ہوئے وحدہٗ لاشریک کے فضل احسان پر سجدہ ءشکر بجالاتا ہوں بعدہٗ اس کے محبوب صاحب التاج والمعراج محب الفقراء والغرباء والیتٰمیٰ والمساکین سید الثقلین نبی الحرمین امام المشرقین والمغربین جد الحسن والحسین مولانا و مولا ثقلین خاتم النبیین معلمِ کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں گلہائے درود وسلام جن کی ہدایت مآب سیرت آج بھی علم حکمت کی تلاش کے در کھولتی ہے اس کے بعد شکر گزاری کے کلمات اپنے والدین واقارب کے لئے جن کی محبتوں نے اس مجموعہء کلام کو پُر اثر کر دیا

صوفی محمد منتظم شمسی ابوالعلائی جہانگیری

جانشینِ شمس الاولیاء مسند نشینِ خانقاہِ شمسیہ جہانگیریہ ابوالعلائیہ مالیگاؤں

17 شوال المکرم 1444ھ بروز پیر